بسم اللہ ما اعظم شانہٗ

ریاض امجد

حصۂ دوم

معہ غزلیات و نظم ہائے جدید

از

سیّد احمد حسین امجد

(صاحب رباعیات)

بار سوم

ربیع الثانی سنہ ۱۳[illegible] ہجری

قیمت عمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحان اللہ سبحان اللہ

ہر مرغ چمن ہے نغمہ سرا سبحان اللہ سبحان اللہ
تسبیح خدا ہے ہر دوسرا سبحان اللہ سبحان اللہ

ہے نقش و نگار ہر دو سرا سبحان اللہ سبحان اللہ
عنوان کتاب ارض وسما سبحان اللہ سبحان اللہ

کون اس کو بھلا پہچان سکے کون اُسکی حقیقت جان سکے
میں اور کروں تعریف خدا؟ سبحان اللہ سبحان اللہ

کہتا ہوں میں جب سبحان اللہ کس ذوق میں فرماتا ہے خدا
کیا خوب کہا کیا خوب کہا سبحان اللہ سبحان اللہ

پہنچاتا ہے عرش اعلیٰ تک لیجاتا ہے عالم معنی تک
کیا لفظ ہے پیارا نام خدا سبحان اللہ سبحان اللہ

یوں تو ہیں بہت اسکے احساں۔ ان سب میں مگر جو شئے ہی گراں
کی شکر کی بھی توفیق عطا سبحان اللہ سبحان اللہ

آقا ہے مرا رحمت والا۔ مالک ہے مرا سب سے اعلیٰ
اے صل علیٰ اے صل علیٰ سبحان اللہ سبحان اللہ

مفتاح الجنۃ

نگار ارض و سما لا الٰہ الا اللہ — کلید قفل دعا لا الٰہ الا اللہ
نشانِ راہ ہدیٰ لا الٰہ الا اللہ — چراغ بزم خدا لا الٰہ الا اللہ
فنا میں نقش بقا لا الٰہ الا اللہ

یہی ہے طالبِ مولیٰ کا عروۃ الوثقیٰ — صفت اسی کی ہے قرآں میں لا انفصام لہا
یہی ہے شمع تجلی لیلۃ الاسریٰ — یہی ہے پردہ کشائے رموز ما اوحیٰ
عجب ہے صل علیٰ لا الٰہ الا اللہ

کمی نہیں مرے مالک ترے خزانے میں — لگی نہ دیر کسی کو مراد پانے میں
کھڑا ہے دیر سے امجد اس آستانے میں — سوائے تیرے مرا کون ہے زمانے میں
فقیر کی ہے صدا لا الٰہ الا اللہ

مری نظر سے ہوئی محو ساری موجودات — نہ سیئات سمجھتا ہوں میں نہ اب حسنات
صفات رفع ہوئے دیکھتا ہوں جلوۂ ذات — ہماری نفی ہوئی آج موجب اثبات
وہ رخ سے پردہ ہٹا لا الٰہ الا اللہ

تھی اسکو شوق شگوفے نئے کھلانے میں — کمال گرچہ تھا ہر چیز کے بنانے میں
کھنچی نہ صورت نقاش نقش خانے میں — نظر نہ آیا نظیر اپنا جب زمانے میں
خدا نے آپ کہا لا الٰہ الا اللہ

اَمَّن یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ

کبھی اس گھر کبھی اس در کو تاکا — بھرا لیکن نہ دامن مدعا کا
بس اب در چھوڑ کر ماؤ شما کا — الٰہی عبدک العاصی اتاک
مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاکَ

نہیں صبر انتظار نار وا کا — اثر ہو کچھ تو بیکس کی دُعا کا
نہیں یاں کوئی پرساں بینوا کا — اِلٰهِی عَبْدُكَ الْعَاصِی اَتَاكَ

مُقِرًّا بِالذُّنُوبِ وَقَدْ دَعَاكَ

میں تجھ سے ذکر کرتا مدعا کا؟ — کہاں یہ حوصلہ تھا مجھ گدا کا
وسیلہ لے کے حضرت مصطفٰے کا — اِلٰهِی عَبْدُكَ الْعَاصِی اَتَاكَ

مُقِرًّا بِالذُّنُوبِ وَقَدْ دَعَاكَ

سیہ کاری ہی کی دن رات ہے دھن — بھرے ہیں خونِ دل میں دست و ناخن
مرے اللہ دو باتیں مری سُن — فَاِنْ تَرْحَمْ فَاَنْتَ لِذَاكَ اَهْلٌ

وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ يَّرْحَمْ سِوَاكَ

اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهِ بَاطِلٌ

اللہ کے سوا ہر چیز پامال ہے

مہر و مہ ارض و سما شام و سحر کچھ بھی نہیں — زور و زر لعل و گہر عقل و ہنر کچھ بھی نہیں
قوت جن و پری ذہن بشر کچھ بھی نہیں — یوں تو کہنے کو بہت کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں

سب اُدھر ہی کے کرشمے ہیں اِدھر کچھ بھی نہیں

خَافُوْنِیْ وَلَا تَخَافُوْهُمْ

مجھ سے ڈرو اور کسی سے مت ڈرو

تیغ و پیکان و سناں تیر و تبر کچھ بھی نہیں — مادی ہاتھ میں نقصان و ضرر کچھ بھی نہیں

اے الٰہی تیرا گنہگار بندہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے اور تجھ کو پکارتا ہے۔

ت اگر تو رحم فرمائے تو تیرے شایان شان ہے اور اگر اپنے در سے نکال دے تو پھر اس پر رحم کرنے والا کون ہوگا

یہ ہر قالین کا شیر اس سے خطر کچھ بھی نہیں
دیکھنے ہی کا یہ منظر ہے اثر کچھ بھی نہیں
سب ادھر ہی کے کرشمے ہیں ادھر کچھ بھی نہیں

مَن یُضلِلہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ

جسکو خدا گمراہ کرے اسکو کون ہدایت دے سکتا ہے

جب نہو بخت موافق، تو ہنر کچھ بھی نہیں
گر نہو جلوۂ خورشید سحر کچھ بھی نہیں
جب بصیرت ہی نہ ہو نور بصر کچھ بھی نہیں
جب خدا ہی نہو ہادی تو خضر کچھ بھی نہیں
سب ادھر ہی کے کرشمے ہیں ادھر کچھ بھی نہیں

اِنَّ القُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیعًا

تمام قوت۔ اللہ ہی کے لئے ہے

اک سمندر سے ہوئے سیکڑوں چشمے جاری
ایک ہی نور کے انوار ہیں نوری ناری
ایک ہی جلوہ ہے سب کون ومکاں میں ساری
ہے اسی ایک خدا کیلئے قوت ساری
سب ادھر ہی کے کرشمے ہیں ادھر کچھ بھی نہیں

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیر

بیشک اللہ ہر شئے پر محیط ہے

بو کسی زلف کی ہے نافہ تاتاری میں
حسن مخفی ہے کوئی گل کی طرحداری میں
ہے تجلی کوئی اس روح کی بیداری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں
سب ادھر ہی کے کرشمے ہیں ادھر کچھ بھی نہیں

اَوَّلُ مَا عَلَّمَنِی رَبِّی رَبِّی

ہے سانس جب تک کہتا رہوں گا	اَللّٰہُ رَبِّی اللّٰہ رَبِّی
تکرار میں ہے لذت دو بالا	اَللّٰہُ رَبِّی اللّٰہُ رَبِّی
نسبت ہماری حبل المتین ہے	نسبت ہی عین ایمان و دین ہے
نسبت ہی ہے اک بہتر وسیلہ	اَللّٰہُ رَبِّی اللّٰہُ رَبِّی
مشکل نہیں ہے، آفت نہیں ہے	صرف ایک سجدہ زحمت نہیں ہے
ہے عبدیت کا سیدھا سا رستہ	اَللّٰہُ رَبِّی اللّٰہُ رَبِّی
بندہ کے ہمرہ ہے بندہ پرور	اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَر
میرا مربی ہے میرا مولے	اَللّٰہُ رَبِّی اَللّٰہ رَبِّی
گر چاہتے ہو رحمت خدا کی	چھوڑو خوشامد ما و شما کی

رکھو تم امجد اپنا وظیفہ
اَللّٰہُ رَبِّی اللّٰہُ رَبِّی

سَلْ تُعْطَہٗ

مانگو تو دئے جاؤگے

سنتا ہے وہ سب کی دعا	سَلْ تُعْطَہٗ سَلْ تُعْطَہٗ
ہے حکم خاتم الانبیاء	سَلْ تُعْطَہٗ سَلْ تُعْطَہٗ
جو مانگنا ہو مانگ لے	یاں فضل میں کیا دیر ہے
ہے مہربان سب پر خدا	سَلْ تُعْطَہٗ سَلْ تُعْطَہٗ
ہوتی ہے آدھی رات جب	سو جاتی ہے مخلوق سب

آتی ہے رہ رہ کر ندا — سل تعطہ سل تعطہ
کہتا ہے چپکے سے کوئی — لا تقنطوا من رحمتی
کہہ کیا ہے تیرا مدعا؟ — سل تعطہ سل تعطہ
اس کے خزانے میں کمی — ہوتی نہیں امجد کبھی
ہے لاتعد اسکی عطا — سل تعطہ سل تعطہ

تضمین

رحمت حق ہے عالم میں ساری — چشمۂ فیض ہر جا ہے جاری
سب اُسی کے ہیں نوری وناری — مہرباں سب پہ ہے رب باری
فرق اسمیں نہیں ہے سر مو
اِنَّ رَبِّی غَفُوْرٌ الرَّحِیْم

ہو ہماری فنا، یا بقا ہو — زندگی ہو کہ شکل قضا ہو
ہر جگہ ہے محبت کا پہلو
اِنَّ رَبِّی رَحِیْمٌ وَدُوْدٌ

دل کے آئینے میں دیکھ دم بھر — کیوں پریشان پھرتا ہے در در
خود ترے بر میں ہے تیرا دلبر — دیکھ تو سر کو سجدہ میں رکھکر
وجد میں بول اُٹھے گا خود تو
اِنَّ رَبِّی قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ

قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ الخ

ہر آن ایک شان سے نئی صفت دکھائے جا — بنائے جا مٹائے جا مٹائے جا بنائے جا

کبھی نمود مہر ہو، کبھی ظہور قہر ہو ۔ ہنسائے جا رلائے جا، رلا کے جا ہنسائے جا
کبھی تو دل میں ہو سکوں کبھی ہو خشک غم سے خوں ۔ جلائے جا بجھائے جا، بجھائے جا جلائے جا
کبھی سحر کی شام کر، کبھی ہو شام کی سحر ۔ جگائے جا سلائے جا، سلائے جا جگائے جا
کبھی تو تخت پر بٹھا، کبھی تو خاک پر سلا ۔ گرائے جا اٹھائے جا، اٹھائے جا گرائے جا
کبھی تو بے حجاب آ، کبھی تہ نقاب آ ۔ دکھائے جا، چھپائے جا، چھپائے جا دکھائے جا

اس امجد غریب کو غریب خوش نصیب کو
ہلال و بدر کی طرح گھٹائے جا بڑھائے جا

رُوحِی فِدَاکَ

ہوں خواب میں یا بیدار ہوں میں ۔ محو جمال دلدار ہوں میں
دونوں جہاں سے دل بیخبر ہے ۔ وہ دل نشیں اب پیش نظر ہے
دلدار بھی ہے خونخوار بھی ہے ۔ نازک کمر میں تلوار بھی ہے
صورت پہ رعب اور دل میں ترحم ۔ چتون میں غصہ لب پر تبسم
ہر آن ہر شان اسکی عجب ہے ۔ باطن کرم ہے ظاہر غضب ہے
نام خدا ہے کیا حسن دل خواہ ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ
دیکھا جو جلوہ اس مہ لقا کا ۔ دل نے صدا دی رُوحِی فِدَاکَ
ہر اک ادا پر قربان ہوں میں ۔ ہر اک نظر میں حیران ہوں میں
سینے کو دیکھوں گردن کو دیکھوں ۔ عارض کو دیکھوں چتون کو دیکھوں
ابرو کو دیکھوں مژگاں کو دیکھوں ۔ خمدار زلف پیچاں کو دیکھوں
چشم سیہ کو دل میں جگہ دوں ۔ ترچھی نظر کو آنکھوں میں رکھ لوں
ہو جاؤں صدقے سیب ذقن پر ۔ یا جان دیدوں شیریں دہن پر

رفتار محشر قامت قیامت — سر سے قدم تک حسن و نزاکت
میں ایک سب سے کیونکر بنا ہوں — کس کس کو چاہوں کسکو نہ چاہوں؟
اے توبہ توبہ، میں اور تری چاہ — استغفر اللہ استغفر اللہ
تیری محبت اور میرے دل میں — یہ پاک جوہر اور آب و گل میں
تو میرا دلدار، اللہ اکبر؟ — میں، اور ترا پیار اللہ اکبر

میں صرف تجھ سے ڈرتا رہونگا — میں صرف تیری عظمت کرونگا
میں دور ہی سے پوجا کرونگا — دیکھا کرونگا کانپا کرونگا
گر اک اشارہ ہو جان دیدوں — ہے جان کیا شے ایمان دیدوں
ہے آس میری تیرے کرم پہ — گرتا ہوں ڈر کر تیرے قدم پہ

تمثیل

عالم کا منظر پیش نظر ہے — ہر ذرہ ذرہ شمس و قمر ہے
اشجار دیکھوں انہار دیکھوں — کہسار دیکھوں گلزار دیکھوں؟
ارض و سما کو مسجود سمجھوں — شمس و قمر کو معبود سمجھوں
ہے ایک جلوہ سارے جہاں میں — یاں اک مکیں ہے لاکھوں مکاں میں
اک پردہ میں ہے مسجود و ساجد — واحد میں کل ہے اور کل میں واحد

تضمین

تجسس میں ترے چاروں طرف دوڑا گیا — مسجد میں اور مندر میں سو سو مرتبہ آیا گیا
مسئلہ توحید کا آخر سمجھ میں آگیا — تیرے اخفا پر بھی میں اسرار مخفی پا گیا

بر جمالِ خویشتن دیوانہ سازی خویش را
شمع خود باشی و خود پروانہ سازی خویش را

ہے وہی اَمر اور وہی مامور اور آمر وہی ہے وہی سحر اور وہی مسحور اور ساحر وہی
ظاہر و باطن وہی ہے اول و آخر وہی روپ سو بدلے تو کیا صورت تو ہے آخر وہی

بر جمالِ خویشتن دیوانہ سازی خویش را
شمع خود باشی و خود پروانہ سازی خویش را

بلبل و گل، گلشن و بادِ صبا کچھ بھی نہیں اختر و شمس و قمر ارض و سما کچھ بھی نہیں
ہر طرف تیرے کرشموں کے سوا کچھ بھی نہیں حسنِ لیلیٰ عشقِ مجنوں ابتدا کچھ بھی نہیں

بر جمالِ خویشتن دیوانہ سازی خویش را
شمع خود باشی و خود پروانہ سازی خویش را

نورِ قندیلِ حرم، شمعِ کلیسا ایک ہے بت پرستی حق پرستی سب کا منشا ایک ہے
موج و گرداب و حباب و آب و دریا ایک ہے لاکھ شکلیں ہوں تو کیا سب کا ہیولا ایک ہے

بر جمالِ خویشتن دیوانہ سازی خویش را
شمع خود باشی و خود پروانہ سازی خویش را

مستِ ذوقِ نغمۂ توحید کردی خلق را باد دل و جان سامعیں بر طرزِ الحانت فدا
آفریں صد آفریں و مرحبا صد مرحبا مطلعِ تابانِ انور باز بر خواں ابتدا

بر جمالِ خویشتن دیوانہ سازی خویش را
شمع خود باشی و خود پروانہ سازی خویش را

تضمین

مظہرِ اعجاز آمد نرگسِ جادوئے تو — جلوۂ ذاتِ احد دارد قدِ دلجوئے تو
سورۂ والشمس اشارہ می نماید سوئے تو — اے کہ شرحِ والضحیٰ آمد جمالِ روئے تو
نکتۂ واللیل وصفِ زلفِ عنبر بوئے تو

کوئی میرے دل سے پوچھے ان نگاہوں کا اثر — ہے کبھی نشتر کبھی ہے مرہمِ زخمِ جگر
موہنی ہے سحر ہے اعجاز ہے ترچھی نظر — اے دو چشمِ سرمہ ناگشت کحلِ مازاغ البصر
قابَ قوسین ست رمز گوشۂ ابروئے تو

ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے یا محمدؐ المدد — کون پا سکتا ہے تیری شان اللہ الصمد
نور کی آیت ہے سرتاپا، تو ہے نورِ احد — سینِ دندان تو از یٰسین نشانے میدہد
صورتِ حٰمٓ دارد حلقۂ گیسوئے تو

ہے سراپائے مقدس مظہرِ کنزِ خفی — صاف بے صورت سے ہی ملتی ہوئی صورت تری
تیرا مجمل کیوں نہ ہو قربان تجھ پر ہر گھڑی — قبلۂ دل کعبۂ جاں یا رسول اللہ توئی
سجدہ مسکیں حسن ہر لحظہ با داسوئے تو

یا محمدؐ

دوائے دردِ دل اے چارہ گر کن — بحالِ مبتلائے غم نظر کن
نگاہے بر منِ بے بال و پر کن — نسیما جانبِ بطحیٰ گزر کن
زاحوالم محمدؐ را خبر کن

بس کر دیتا ہوں تیرا بوجھ ہلکا — ابھی دم توڑتا ہوں میں ٹھہر جا
گرد و بھر ہے تجھ کو جسم میرا — ببر ایں جانِ مشتاقم در آنجا

فدائے روضۂ خیر البشر کن

تجھی پر ختم ہے کونین کی حد — حیات و زیست کا ہے تو ہی مقصد
سوا تیرے پکارے کس کو امجد — تو ہی سلطانِ عالم یا محمد

زراہِ لطف سوئے من نظر کن

دکھا دی اک نظر تو نے جو صورت — بڑھا دی تنگ دل کی اور رحمت
کئے جا اب عنایت پر عنایت — مشرف گرچہ شد جامی ز لطفت

خدایا ایں کرم بار دگر کن۔

تضمین

صورت ہے تجلی کی بجلی — زلفوں میں ہے رحمت کی بدلی
اَلصُّبحُ بَدَا مِن طَلعَتِہٖ — وَاللَّیلُ دَجیٰ مِن وَفرَتِہٖ

مقبولِ خدا مقصودِ خدا — محبوبِ خدا مطلوبِ خدا
فَاقَ الرُّسُلَا فَضلاً وَعُلاً — اَھدَی السُّبُلَا لِدَلَالَتِہٖ

صورت ایسی سیرت ایسی — دنیا میں کہیں نہ سنی
اَزکَی النَّسَبِ اَعلَی الحَسَبِ — کُلُّ العَرَبِ فِی خِدمَتِہٖ

تشبیہ میں شانِ تنزیہی — اللہ غنی اللہ غنی
اَزکَی النَّسَبِ اَعلَی الحَسَبِ — کُلُّ العَرَبِ فِی خِدمَتِہٖ

وہ جلوۂ نورِ لم یزلی — ہے رحمت دونوں عالم کی
کَنزُ الکَرَمِ مَولَی النِّعَمِ — ھَادِی الاُمَمِ لِشَرِیعَتِہٖ

ہے حسن مکمل ہر پہلو — اعجاز سے سر تا پا مملو
سَعَتِ الشَّجَرُ نَطَقَ الحَجَرُ — شَقَّ القَمَرُ بِاِشَارَتِہٖ

ملتا ہے خدا سے نورِ خدا — لے صلِ علیٰ اے صلِ علیٰ
جِبْرِیْلُ اَتٰی لَیْلَۃَ اَسْریٰ — وَالرَّبُّ دَعَا لِحَضْرَتِہٖ
شاہنشاہِ لولاک لما — سلطانِ سر بر شبِ اسریٰ
نَالَ الشَّرَفَا وَاللّٰہُ عَفَا — عَمَّا سَلَفَا مِنْ اُمَّتِہٖ
سردارِ دو عالم ہے اپنا — اب ہم کو ہے امجد کیا پروا
فَمُحَمَّدُنَا ھُوَ سَیِّدُنَا — فَالْعِزُّ لَنَا لِاِجَابَتِہٖ

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا

آج ہر دشت ہے مینو — ہے جہاں نور سے مملو
ذرہ ہر ایک ہے جگنو — چاندنی پھیلی ہے ہر سو
طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا

سارا عالم ہے مزین — ہے زمیں نور کا مخزن
ہے جہاں وادیٔ ایمن — چشم و دل کیوں نہ ہو روشن
طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا

ہر طرف جشن بپا ہے — رحمتِ عامِ خدا ہے
نورِ حق جلوہ نما ہے — ہر زباں نغمہ سرا ہے
طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا

جشن میلادِ نبی ہے — آمد خوشی یقینی ہے
ہر طرف بُو العجبی ہے — یہی ماہِ عربی ہے
طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا

امجد اب رحمتِ داور — عام ہے سارے جہاں پر

لو پیو بادۂ اطہر آگیا ساقیٔ کوثر
طلع البدر علینا وجب الشکر علینا

رحمتی وسعت کل شیئ

ابتدائے آفرینش کی کلی
یعنی میری چشم خفتہ جب کھلی

رنج و راحت عیش و غم کچھ بھی نہ تھا
نور و ظلمت کیف و کم کچھ بھی نہ تھا

حضرت حق کے سوا کچھ بھی نہ تھا
ذاتِ مطلق کے سوا کچھ بھی نہ تھا

دور دورہ تھا فقط تنزیہ کا
وہم بھی آتا نہ تھا تشبیہ کا

رفتہ رفتہ آنکھ جب کھلنے لگی
اُس سے کچھ ملنے لگی صورت مری

حضرت حق سے تھا میرا اتصال
میں ہی تھا بے مثل کی پہلی مثال

میں ہی تھا مرآۃ حسن لایزال
دیکھتا تھا جسمیں وہ اپنا جمال

پردۂ ظل میں نہاں ذی ظل ہوا
فرق شخص و عکس میں مشکل ہوا

میں صفاتِ ذات سے معمور تھا
جس سے سب پیدا ہوئے وہ نور تھا

ذرہ میرے نور کا ہے آفتاب
جسکے جلوے سے ہے روشن ماہتاب

میرا عکس زلف و رخ ہی صبح و شام
مجھ سے ہے مخلوق یہ خلقت تمام

میرے قد سے سرو گلشن کا قیام
خندۂ گل میرا نقش ابتسام

عالم تشبیہ میں انساں ہوں میں
جسم میں عالم کے میں ہی جان ہوں

میں ہی موجب ہوں کمالِ خلق کا
تخم ہوں میں ہی نہالِ خلق کا

باطن و ظاہر ہے سب ہستی مری
جن و انساں سب میں ہے ہستی مری

ڈھونڈھتا ہی جب کوئی میری پناہ
ق جب کوئی کہتا ہے با حال تباہ

یا رسول اللہ انظر حالنا
یا حبیب اللہ اسمع قالنا

درد سے بےچین ہو جاتا ہوں میں — یاد کے ساتھ اُن کے پاس آتا ہوں میں

دیکھتے ہیں دیکھنے والے مجھے — اک ذرا ڈھونڈھے تو پھر پالے مجھے

کس جگہ نورِ رخِ زیبا نہیں — کورِ باطن نے مگر دیکھا نہیں

کہتے ہیں بس وہ بھی اک انسان ہے — کس لئے ہم سب میں پھر ذیشان ہے

عقل دیکھو حق کو باطل کر دیا — طائرِ سدرہ کو بسمل کر دیا

عقل ان کو راہ پر لاتی نہیں — ضدی بچوں کو سمجھ آتی نہیں

تیرہ فطرت ہو گئی غفلت پسند — دیدۂ خفاش ہے ظلمت پسند

خوب ہی آپے سے باہر ہو گئے — آہ منزل پر پہنچکر کھو گئے

میرے نصب العین ہے مہر و کرام — رحمۃ للعالمین ہے میرا نام

فیض بخش کل بنی آدم ہوں میں — سر سے پا تک رحمتِ عالم ہوں میں

اے گنہگارو نہ گھبراؤ ذرا — منفعل ہو کر ادھر آؤ ذرا

رحمۃ للعالمین ہوں آؤ آؤ — میں شفیع یوم دیں ہوں آؤ آؤ

تم کہو اک بار دل سے یا نبی — میں کہوں سو مرتبہ یا اُمتی

شامل ہر ذرہ ہے رحمت مری — اُمتی لا تقنطوا من رحمتی

هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ

عرش والا زمین پر آیا — فَاتَّقُوا اللّٰہ یَا اُولِی الْاَبْصَار

قابل حمد ہی محمد تھا — کارواں میں تھا کارواں سالار

شکل احمد میں خود احد آیا — ہوا مطلق مقید اظہار

دائرہ مختفی تھا نقطہ میں — ہو گئی ختم گردش پرکار

ع وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ـ

وہی اژدر وہی عصائے کلیم — وہی قطرہ وہی دُرِ شہوار
ہے وہی خون ہی ہے نافۂ مشک — الیواقیت بہجۃ الاحجار
بیج بھی ہے وہی شجر بھی ہے — وہی قہار ہے وہی غفار
آپ اپنا پیام پہنچایا — آپ خود اپنا کر گیا اقرار
یار آیا تھا نامہ بر بن کر — خط کے دھوکے میں رہ گئے اغیار

وابیضت عینا من الحزن

اے رسولِ عربی ہاشمی و مطلبی — لقیت امی و قربان بتو امی و ابی
نظرِ لطف تو بر ہر عجمی و عربی — گاہ باشد کہ مراہم بہ درِ خود طلبی

بہ رہِ ہجرِ تو خونے کہ فشاند دلِ من
دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

دیکھ لے آکے ذرا صورتِ بیمارِ فراق — جلد چل ہو نہ کہیں رخصتِ بیمارِ فراق
کیا کہوں تجھ سے میں کیفیتِ بیمارِ فراق — قابلِ شرح نہیں حالتِ بیمارِ فراق

آتشِ سوزِ فراقِ تو کہ دارد دلِ من
دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

کسی بیکس کی دعائیں بھی اثر ہی کہ نہیں — دور افتادہ پہ بھی تیری نظر ہے کہ نہیں
دیکھ تو حالِ مرا نوعِ دگر ہے کہ نہیں — کچھ تجھے بھی مری آہوں کی خبر ہی کہ نہیں

آہ جاں کاہ کہ از درد بر آرد دلِ من
دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

رنگ کی طرح نگاہوں سے اڑا جاتا ہوں — میں مزار سر رہ ہوں کہ مٹا جاتا ہوں
ٹیس وہ ہوتی ہے دل میں کہ موا جاتا ہوں — صورتِ شمع تبِ غم سے جلا جاتا ہوں

چہ دہم شرح بسوزے کہ بسازد دل من
دل من داند و من دانم و داند دل من

نہ رکوں گرچہ ادب لاکھ کہے دیکھ سنبھل
سامنے روضۂ اقدس کے گروں سر کے بھل
دردِ سر کیلئے ہو خاکِ مدینہ صندل
یہ تمنائے مفصل کا مرے ہے مجمل
آہ یک یک چہ بگویم کہ چہ خواہد دل من
دل من داند و من دانم و داند دل من

دونوں عالم میں کیا حق نے سرفراز مجھے
اپنی رحمت سے دیا خلعتِ اعزاز مجھے
بس ہے اک تیری نگاہِ غلط انداز مجھے
امتی ہوں ترا، تقدیر پہ ہے ناز مجھے
بغلامی تو ز انساں کہ بنازد دل من
دل من داند و من دانم و داند دل من

عاشقِ زار کی پوری نہ تمنا ہو کبھی
مرضِ عشق کا یارب نہ مداوا ہو کبھی
دردِ امجد کا نہ منت کشِ عیسیٰ ہو کبھی
اے مسیحا ترا بیمار نہ اچھا ہو کبھی
لذتِ دردِ محبت کہ بیابد دل من
دل من داند و من دانم و داند دل من

کرتی ہیں میری تمناؤں کا اظہار آنکھیں
حسرتِ دید میں ہیں نقش بدیوار آنکھیں
بند ہوتی ہی نہیں آہ طلبگار آنکھیں
بعد مردن بھی کھلی ہیں پئے دیدار آنکھیں
اشتیاقیکہ بدیدار تو دارد دل من
دل من داند و من دانم و داند دل من

الفقر فخری

پچھلا پہر تھا دن کا اور ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں — میں بھیک مانگنے کو جاتی تھی گاؤں گاؤں
جھولی تھی خالی۔ اور دل غم سے بھرا ہوا تھا — بادل مصیبتوں کا سر پہ گھرا ہوا تھا

ناگاہ سامنے سے اک آفتاب نکلا — با صد جلال نکلا با آب و تاب نکلا
تھا نور پاک جس کا برق تجلی طور — تاریکی دو عالم جس کی ضیا سے پرنور
بر میں قبائے نوری کاندھے پہ کالا کمبل — وہ کالی کالی زلفیں چشم سیاہ مکحل

دیکھی جو شان اس کی میں رہ گئی ٹھٹک کر — منزل کو پہنچی آخر رستہ بھٹک بھٹک کر
لو ہو گئی رسائی بیجاں کی جان جاں تک — مشتِ غبار آخر پہنچا ہے آسماں تک

ناگاہ اس نے مجھ کو دیکھا نگاہ بھر کر — میں رہ گئی اسی جا۔ بس ایک آہ بھر کر
دل ہی میں جا کے ٹھیری تیغ نگاہ کیا تھی — جادو تھی موہنی تھی اعجاز تھی بلا تھی

ہے دل کے پار اب تک نیچی نگاہ اس کی — غارت گر خرد تھی چشم سیاہ اس کی
بھولی نہیں میں اب تک وہ زیر لب تبسم — وہ میٹھی میٹھی باتیں وہ جانفزا تکلم

فرمایا مسکرا کر تو کیوں یہاں کھڑی ہے — ہوش و حواس گم ہیں کس سے نظر لڑی ہے
اس پوچھنے کے صدقے میں اس ادا کی واری — کس طرح کہتی "تو نے برچھی جگر میں ماری"
پوچھا کہ نام کیا ہے اور کام کیا ہے تیرا — آغاز کیا ہے تیرا۔ انجام کیا ہے تیرا

کی عرض میں نے ہوں میں اک غمزدہ بھکارن
آوارہ ہو رہی ہوں آوارگی کے کارن

سوزِ دروں کا دل میں بالکل پتہ نہیں ہے
سنسار کے چمن میں اسکی ہوا نہیں ہے

بس اسکی جستجو میں پھرتی ہوں ماری ماری
ہر اک کے آگے جا کر کرتی ہوں آہ و زاری

کوئی تو ایک ٹکڑا جھولی میں ڈال دیگا
کوئی تو پھانس دل کی دل سے نکال دیگا

مرکز پہ آج رب نے پہنچا دیا نہ مجھ کو
دیوانی کہہ رہا تھا گو اک زمانہ مجھ کو

اب آس ہے تجھی سے اے بیکسوں کے والی
پہنچی ترے قدم تک میں نے مراد پالی

دیکھا کی بیکسی پر داتا کو رحم آیا
اور ہاتھ مسکرا کر میری طرف اٹھایا

اک چیز جلتی بھنتی جھولی میں میری ڈالی
سر سبز جس نے کر دی خشک آرزو کی ڈالی

آئی بہار تازہ امید کے چمن میں
کی شمع جس نے روشن سنسان انجمن میں

اب ہے زمیں سے مطلب نے کام آسماں سے
الحمد للہ اب تو فارغ ہوں دو جہاں سے

جگنو سے پہلے کم تھی اب رشکِ ماہ ہوں میں
آگے بھی اک بھکارن اب بادشاہ ہوں میں

دیدم بہارِ جنت در برگ بے نوائی
شاہی نصیب گشتم از شیوۂ گدائی

مازاغ البصر

اے مہِ یثرب رسولِ ہاشمی بانکے جوان
کیا ڈھلی ہیں سحر کے سانچے میں تیری پتلیاں
پار ہو جاتی ہے دل کے تیرِ مژگاں کی سناں
تیری چشمِ مست سے بیہوش ہے سارا جہاں
او نشیلی آنکھ والے کچھ تجھے بھی ہوش ہے

چھا گیا سارے جہاں میں رحمتِ حق کا سحاب
تیرے چھینٹوں نے بجھایا بو لہب کا التہاب
تیری آمد سے ہوئے عالم میں کیا کیا انقلاب
اک نظر میں سینکڑوں کو کر دیا مست خراب
او نشیلی آنکھ والے کچھ تجھے بھی ہوش ہے

جام مے مستوں کو تو نے ساقی کوثر دیا — میکشانِ بادۂ توحید کو ساغر دیا
سارا میخانہ شرابِ معرفت سے بھر دیا — چشم بد دور۔ اک نظر میں تو نے کیا کچھ کر دیا

او نشیلی آنکھ والے کچھ تجھے بھی ہوش ہے

تیری خوشبو ہر طرف بادِ صبا پھیلا گئی — سوختہ جانوں کے دل میں آگ سی بھڑکا گئی
دل ربا یانہ ادائے ناز سب کو بھا گئی — ایک عالم کو تری تیغ نظر تڑپا گئی

او نشیلی آنکھ والے کچھ تجھے بھی ہوش ہے

فتنے پیدا کرتی ہے عالم میں چشمِ پُر فتن — کیف ہے جسکے نشہ ہی ہوش والوں کا لہن
کیوں نہ قدموں پر گریں تیرے تڑپ کر مردو زن — کہہ رہی ہے تیری چشمِ مست خرّوا سجدا

او نشیلی آنکھ والے کچھ تجھے بھی ہوش ہے

مردے جی اُٹھتے ہیں چشمِ مست کے انداز سے — پتلیاں دونوں بھری ہیں سحر او راعجاز سے
بجلیاں گرتی ہیں دل پر دیدۂ طنّاز سے — کس قدر پامال ہیں تیری نگاہ ناز سے

او نشیلی آنکھ والے کچھ تجھے بھی ہوش ہے

جلوہ فرما شکلِ احمد میں ہوا نورِ احد — کون لا سکتا ہے تاب جلوۂ حسنِ ابد
یا غیاث المستغیثین الغیاث و المدد — چشم فتاں نے کسی کی لے لیا ہوش و خرد

او نشیلی آنکھ والے کچھ تجھے بھی ہوش ہے

چشم افسونگر کے افسوں کی عجب تاثیر ہے — کوئی گریاں کوئی محو نالۂ شبگیر ہے
تیر مژگاں کا کوئی بسمل کوئی نخچیر ہے — نیر موسیٰ کی جہاں میں ہر طرف تصویر ہے

او نشیلی آنکھ والے کچھ تجھے بھی ہوش ہے

تیری آنکھوں میں لگا ہے کحلِ مازاغ البصر — میں ہوں ان آنکھوں کے قربان ادھر بھی اک نظر
کیا بتاؤں ہائے ان نیچی نگاہوں کا اثر — امجد شد اچو با می تیر خوردہ در جگر

او نشیلی آنکھ والے کچھ تجھے بھی ہوش ہے

عرض حال

ہو گئے ہم جرم و عصیاں میں فنا
کرتے ہیں دریائے ظلمت میں شنا
دین حق کی ہم نے خود ڈھادی بنا
اپنے منہ سے کیا کریں اپنی ثنا

یَا رَسُوْلَ اللہ اُنظر حَالنَا
یَا حَبِیْبَ اللہ اِسمع قَالنَا

خستہ جانوں کا تو ہی غمخوار ہے
رحمتِ عالم تری سرکار ہے
گرچہ حال اپنا نہایت زار ہے
اک نظر میں تیری بیڑا پار ہے

یَا رسول اللہ انظر حالنا
یا حبیب اللہ اسمع قالنا

چشم رحمت تیری مازاغ البصر
پھر نہیں ہے کیوں غریبوں پر نظر
تیری مرضی رحم کر یا پھر نہ کر
دیکھ تو لے رحمتِ عالم ادھر

یا رسول اللہ انظُر حالنا
یَا حبیب اللہ اِسمع قالنا

عروۃ الوثقیٰ ہے ہم کو تیرا در
خاک طیبہ سرمۂ اہل نظر
آئے ہیں در پر ترے با چشم تر
چاک داماں چاک دل ٹکڑے جگر

یَا رسول اللہ انظر حالنا
یَا حبیبَ اللہ اسمع قالنا

جسم کی ساری رگیں ہیں غم کا جال
ہے وبال زندگانی بال بال
کیا بتائیں بندہ پرور اپنا حال
ہم فقیروں کی ہے خود صورت سوال

یارسُوْل اللہ اُنظر حَالنَا

یا حبیب اللہ اِسمع قالنا

کر دے فکر دو جہاں سے بیخبر
کھول دے اس مرغ جاں کے بال و پر
کردے خاک جسم کو کحل البصر
در گداز ایں جملہ تن را از نظر

یا رسول اللہ انظر حالنا
یا حبیب اللہ اِسمع قالنا

یا رحمۃ للعالمین

بنا ہے قد سراپا نخل ماتم
رگوں میں خون کی جا بھر گیا غم
بس اب بچتے نظر آتے نہیں ہم
غم دوری سے لب پر آ گیا دم

زمہجوری بر آمد جان عالم
ترحم یا نبیَّ اللہ ترحم

عجب حالت مری شام و سحر ہے
کبھی غم ہے کبھی دردِ جگر ہے
مری آہِ سحر کیوں بے اثر ہے
مری زحمت سے کیوں تو بیخبر ہے

نہ آخر رحمۃ للعالمینی
زمحروماں چرا فارغ نشینی

مرے ساقی! مئے وحدت پلادے
دو عالم سے دوئی بالکل مٹادے
اَحد کی شکل احمد میں دکھادے
اٹھادے میم کا پردہ اٹھادے

بروں آور سر از برد یمانی
کہ روئے تست صبح زندگانی

نہ خالی جائے سحر چشم مخمور
دکھادے آج شانِ حسن مستور
خدا ہے آج ناظر اور تو منظور
ذرا بن ٹھن کے اے نورِ علی نور

به تن در پوشش عنبر بوئے جامه
بسر بر بند کافوری عمامه

شب معراج ہنگامہ بپا ہے — صدا ہر ذرہ کی صل علیٰ ہے
خدائے پاک مشتاق لقا ہے — برآمد ہوں حضور اب دیر کیا ہے

اوہم طائفی نعلین پاکن
شراک از رشتۂ جانہائے پاکن

تری جویا ہے مری چشم تر آ — ادھر ہی ہے تیری رہ گذر آ
ادھر آ میں ترے قرباں ادھر آ — مری آنکھوں سے تو دل میں اتر آ

ز حجرہ پائے در صحن حرم نہ
بہ فرق خاک رہ بوساں قدم نہ

مری بگڑی ہوئی قسمت بنا دے — دکھا دے شان رحمت کی دکھا دے
مجھے قعر مذلت سے اٹھا دے — اذل خلق کو امجد بنا دے

بدہ دستے ز پا افتادگاں را
بکن دلداری دل دادگاں را

صلی اللہ علیہ

سراپا جلوہ حق ہے رسول اللہ کا جلوہ — ہٹا ہے عالم تنزیہ و تشبیہ کا پردا
مہ و خورشید کا سایہ ہے کف پائے محمد کا — و صلی اللہ علیٰ نور کزو شد نورہا پیدا

زمین از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

تعدد صرف اسما میں ہے لیکن ذات ہے یکتا — ید بیضا و شمع طور میں ہے ایک ہی جلوا

مسمّٰی ہے وہی واحد احد محمود و احمد کا • وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا
زمین از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

اُجالا ہر طرف پھیلا ہے خورشید رسالت کا • اسی شعلہ سے روشن ہی چراغ ملت بیضا
اسی کا نور آنکھوں میں اسی کا دل میں ہے جلوا • وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا
زمین از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

وہی ناقہ وہی محمل وہی مجنوں وہی لیلا • وہی خورشید تاباں ہو وہی ہے وہی بالا
وہی ہے ساکن کعبہ وہی ہے ساکن بطحا • وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا
زمین از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

چلا منزل بمنزل گھر سے جب ماہ شب اسریٰ • ضیاء رخ سے نجم طالع کون و مکاں چمکا
فرشتے تو فرشتے خود خدا ہے پاک کہتا تھا • وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا
زمین از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

لب خندانش را عشاق والشق القمر خوانند • نگہ را صاحبان دل ز نشتر تیز تر خوانند
غبار خاک پایش سرمہ اہل نظر خوانند • دو چشم نرگسینش را کہ ما زاغ البصر خوانند
دو زلف عنبرینش را کہ واللیل اذا یغشیٰ

ہوئی جب بو البشر مجلس عیش و طرب برہم • رکھا سجدہ میں سر اور یوں کہا با دیدہ پر نم
خداوندا بحق رحمۃ للعالمین ارحم • اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

انیس خستہ حالاں ہی غریبوں کیلئے ہمدم • ہر اک اس چشمۂ رحمت سے ہے سیراب بیش و کم
ہے عالم کیلئے رحمت وجود رحمت عالم • اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

کہاں امجد کہاں ذکر حبیب حضرت یزداں • کہاں ممکن کہاں واجب کہاں سحباں کہاں سبحاں

نہیں ہے کنتُ کنزاً مخفیاً کی شرح کچھ اِسا سہل زسر سینہ اش جامی الم نشرح لک بر خواں
زمعراجش چہ می پرسی کہ سُبحانَ الذی اسریٰ

بے اختیاری

نیک نامی ساری رخصت ہو گئی خوب بد نامی میں شہرت ہو گئی
اپنے بیگانے سے وحشت ہو گئی دین و دنیا سے فراغت ہو گئی
ہو گئی اب تو محبت ہو گئی

لوگ کہتے ہیں تجھے کیا ہو گیا منہ پہ آنکھیں رکھ کے اندھا ہو گیا
اب تو دل پر اُن کا قبضہ ہو گیا جو نہ ہونا چاہئے تھا، ہو گیا
ہو گئی اب تو محبت ہو گئی

ہو گئی اک بات اب تو دلنشیں دل نشیں دل سے نکل سکتا نہیں
مٹ نہیں سکتا کبھی نقشِ جبیں ٹوٹ سکتی ہے کہیں حبل المتیں؟
ہو گئی اب تو محبت ہو گئی

دیکھتے ہی ان کے، دل شیدا ہوا کیا بتاؤں، کیوں ہوا، کیسا ہوا
کیا سناؤں واقعہ گزرا ہوا الغرض جو کچھ ہوا اچھا ہوا
ہو گئی اب تو محبت ہو گئی

ہمدم جاں ہے، یہ اپنا دم نہیں خالی از ہمدم. کوئی آدم نہیں
اب تو تو ہی تو ہے، ہم میں ہم نہیں جس کا جو جی چاہے کہہ لے غم نہیں
ہو گئی اب تو محبت ہو گئی

میں سراپا شک تو سرتاپا یقیں میں زمیں پر، تو سرِ عرشِ بریں
میں ہوں بندہ، تو ہی رب العالمیں گرچہ مجھ میں تجھ میں کچھ نسبت نہیں

ہوگئی اب تو محبت ہوگئی

ہوگیا کیا غیب سے تیرا کرم • ہوگئے پھر قطرہ و دریا بہم
اب نہ چھوڑوں گا کبھی تیرے قدم • میرے مولا! تیرے قدموں کی قسم!!

ہوگئی اب تو محبت ہوگئی

میں تو وہیں تھا

اک شخص چلا گھر سے نکل کر سوئے صحرا
مولا کی طلب میں زن و فرزند کو چھوڑا
سمجھا زن و فرزند ہی ہیں مانع دیدار
ہے منزلِ مقصود میں حائل یہی دیوار
صحرا میں سمندر میں اُسے ڈھونڈھ رہا تھا
ہر بحر میں، ہر بر میں اسے ڈھونڈھ رہا تھا
کھو گیا، خود آپ، مگر اس کو نہ پایا
سب کھو کے بھی بیچارے کو کچھ ہاتھ نہ آیا
مایوسی سے دل ٹوٹ گیا پاؤں کے مانند
ڈھلتی رہی عمر اسکی یوں ہی چھاؤں کے مانند
بیچارے پہ جس وقت گھٹا موت کی چھائی
اُس وقت، کسی کی یہ صدا کان میں آئی
اے طالبِ حق! حق تو ترے گھر میں مکیں تھا
جس جا سے تو نکلا تھا، ارے میں تو وہیں تھا

قصیدۂ خمریہ (ترجمہ)

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؓ

نشۂ جامِ عشق نے بیخود و مست کر دیا
شاہدِ حسن و عشق آ! آ مجمعِ عام میں بھی آ
شعلۂ دل فروز نے نور سے دل کو بھر دیا
بادہ کشوں کے آفتاب! آ یہ جام میں بھی آ

ہم نے تو جام بھر لیا ساقی کے فیضِ عام سے
سارے جہاں کے میکشو! آؤ صلائے عام ہے
مانگ لو تم بھی میکشو آج ہمارے نام سے
حسن کے میکدے میں آج عشق کا اہتمام ہے

شیشے کی مہر کھل گئی خوب پیو پلائے جاؤ
اے مرے میکشو اٹھو دیر کرو نہ زینہار
عالمِ وجد و کیف میں ساقی کا راگ گائے جاؤ
ساقی پلا رہا ہے لو جام پہ جام بار بار

مجھ سے جو ہے بچی ہوئی جھوٹی شراب پی بھی لو
تم بھی بلند رتبہ ہو، تم میں کوئی کسر نہیں
سوچتے کیا ہو شیخ جی بادۂ ناب پی بھی لو
میرے مقام تک مگر عرش کا بھی گذر نہیں

کون مرا شریک ہے عالمِ عز و جاہ میں
آپ کو کیا بتاؤں میں اپنے مقام کا پتہ
میرا مقام خاص ہے قرب کی بارگاہ میں
کافی ہے ذہنیات کو محی کے نام کا پتہ

شیخ ہوں سب شیوخ کا، کون ہے اب مرا نظیر
تم ہی کہو کہ لوگ سب کہتے ہیں کس کو دستگیر

تاجِ کمال سر پہ ہے خلعتِ خاص بر میں ہے
سرِّ قدیم کائنات مجھ پہ ہے سب کھلا ہوا
فضلِ خدا سے سارا فضل آج ہمارے گھر میں ہے
رب سے ملا ہوا ہوں میں مجھ سے ہی رب ملا ہوا

نقش ہے آج ہر جگہ، نام مرا جہان پہ
آتشِ قلب سے مرے بحر بھی آب آب ہو
حکم مرا زمین پر، حکم مرا زمان پہ
سوزِ درونِ عشق سے ماہی کا دل کباب ہو

میرے جگر کی آگ سے سنگ بھی پارہ پارہ ہو
طور کی طرح جل اٹھے کوہ بھی اک شرارہ ہو

گر گئیں لاکھوں بجلیاں ہاتھ میرے جہاں اٹھے — مردے ہزاروں جی اٹھے میری ذرا سی بات سے
میرے ہی روئے پاک پر شمس و قمر کی ہے نظر — دیتے ہیں رات دن مجھے لیل و نہار کی خبر

میرے مرید عیش کر تو تو میرا مرید ہے — تیرے لئے ہر ایک دن فضل خدا سے عید ہے
میرے مرید ڈر نہیں، میرا خدا رحیم ہے — تجھ کو کوئی خطر نہیں میرا خدا رحیم ہے

رتبے سے میرے ربط کیا، دھر کے عز و جاہ کو — رکھے گا کون عقلمند کوہ کے آگے کاہ کو
جتنے ولی جہاں میں ہیں چلتے ہیں اپنی حال پر — نشو و نما مری ہوئی شارع دیں کی چال پر
جوہر زندگی مرا، پیروی رسول ہے — میرے کمال کی بنا پیروی رسول ہے
نقش قدم حضور کا باعث صد کمال ہے — بس یہی میرا حال ہے بس یہی میرا قال ہے

کوئی ہو لاکھ عیب چیں میرے مرید ڈر نہیں — میں ہوں سپر ترے لئے تجھ کو کوئی خطر نہیں

ڈھونڈھ کر اولیا میں سب مثل مرا بتا تو دو — میری طرح جہان میں کوئی مجھے دکھا تو دو
کرتا ہوں صبح و شام میں اپنی نبی کی پیروی — سارے جہاں کے اولیا کرتے ہیں میری پیروی
میں ہوں شبیہ ہو بہو جد ملک خصال کی — میں ہوں مثال بے مثال قادر بے مثال کی
مجھ سے ہی دیں کی زندگی کہتے ہیں محی دیں مجھے — خاتم کائنات کا حق نے کیا نگیں مجھے

نذر امجد

کر لے میری جان کا ہدیہ قبول — توڑ لے اس جسم کی ڈالی سے پھول
ٹوٹ کر پھر گر نہ جائے خاک میں — داغ لگ جائے نہ روح پاک میں

گر نہیں بالفرض مجھ کو اس کی چاہ
ہاتھ رکھ دے نذر پر اے بادشاہ

جانتا ہوں میں ترے لائق نہیں
جانتا ہوں میں ترے لائق نہیں

تیرگی، اور نور کے دربار میں؟
آہ یہ پھول اور تیرے ہار میں؟

جس میں کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں
رنگ و بو کا شائبہ کچھ بھی نہیں

گرچہ امجد سخت نافرجام ہے
کام لینا اس سے تیرا کام ہے

میں تجھے پانے سے پہلے کھو نہ جاؤں
جاگنے سے پیشتر ہی سو نہ جاؤں

زندگی میں جب نہ پائی زندگی
بعد مردن کیوں نہ ہو شرمندگی

تجھ کو جاں دینے سے پہلے مر نہ جاؤں
دم تو نکلے اور قدم تیرے نہ پاؤں

کر دے روشن دیدۂ اعمیٰ مرے
ہے ابھی کچھ وقت اے آقا مرے

کیا کہوں میں کیا ہوں اور کیسا ہوں میں
سب تجھے معلوم ہے جیسا ہوں میں

میرے مالک تجھ سے شرمندہ ہوں میں
لے لے میری جاں ابھی زندہ ہوں میں

دفن سے پہلے اٹھا لے تو مجھے
موت سے پہلے جلا لے تو مجھے

بندۂ تو دور تر از بندگی ست
زندگی بے بندگی شرمندگی ست

انا الیہ راجعون

علم رسمی میں ہوئیں عمریں تمام
کر لیا ہم نے لب ساحل مقام

کچھ عمل بھی ہم کو کرنا چاہیے
کچھ تو پانی میں اترنا چاہیے

اب بہار شادمانی ہو چکی
آ گئی پیری جوانی ہو چکی

گل کھلا کر فصل گل رخصت ہوئی
شکل رحمت صورت زحمت ہوئی

سب جوارح ہو گئے بیکار اب
زندگی سے جان ہے بیزار اب

اعتدال تن میں گڑبڑ ہو گئی
جسم کے گلشن میں پت جھڑ ہو گئی

قامت رعنا میں بھی خم آ گیا
سانس سے تو ناک میں دم آ گیا

کھائی ہی کانوں نے سننے کی قسم
دیکھتی ہیں آنکھیں شہراہ عدم

مرگ ہے پیش نظر شام و سحر
گھر میں شکل گور ہے پیش نظر

مَن نُعَمِّرہُ نُنَکِّسہُ پڑھو
بیٹھنے اٹھنے کیلئے آگے بڑھو

تک رہے ہو کیوں مری صورت کو تم
ہو گئے ہیں کیا حواس و ہوش گم

سانس کی رفتار مثل برق ہے
کشتی خاکی عرق میں غرق ہے

کش مکش اعضا میں ہے کیوں اسقدر
ٹوٹتی ہے کیوں رگ تار نظر

آج شاخ زندگی بے برگ ہی
نزع کی تکلیف حسن مرگ ہے

لے لو تن میں روح گھبرانے لگی
وہ صدائے ارجعی آنے لگی

صورتے، کو از در دل آمد برول
باز شد، اِنّا الیہ راجعون

تضمین

میرے لئے لِلّٰہ ملا کیجئے اس سے
جو کچھ وہ کہے مجھ کو سنا کیجئے اس سے

اچھا کہ برا، ذکر مرا کیجئے اس سے
یا رد مرا شکوہ ہی بھلا کیجئے اس سے

مذکور کسی طرح سے بہا کیجئے اس سے

خاموشی سے جان اور بھی گھبراتی ہے جی میں
تسکین کسی طرح نہیں پاتی ہے جی میں

چپ اس کی تو اور آگ لگا جاتی ہے جی میں
جوں جوں وہ رکے ہے تو یہی آتی ہے جی میں

پھر چھیڑے اور باتیں سنا کیجئے اس سے

روٹھے ہوئے ہر چند ہم اس بزم سے آئے
اب دیکھ رہے ہیں کہ کوئی آکے منائے

کیا کیجئے افسوس کہ مجبور ہیں جی سے — سو مرتبہ یوں ٹھہر چکی اب سے نہ ملئے
یوں بھی تو نہیں بنتی ہے کیا کیجئے اس سے

تم چارہ گر عاشق بیمار رہو صاحب — تم مرہم زخم دل افگار رہو صاحب
صورت سے مری کس لئے بیزار رہو صاحب — بیزار اگر مجھ سے ہو مختار رہو صاحب
دل جس سے ملے اپنا ملا کیجئے اس سے

اے حضرت **امجد** نہ چلیں آپ کی گھاتیں — اس بازی الفت میں ہوئیں سیکڑوں ماتیں
اب آپ ہیں اور آپ کی تنہائی کی راتیں — ہم کہتے نہ تھے دردمیاں چھوڑ دیہ باتیں
پائی نہ سزا، اور وفا کیجئے اس سے

داستانِ زندگی

ہے زمین مرگ پر قائم مکان زندگی — روز اترتے ہیں لحد میں کاروان زندگی
کیا نظر آئے گا مر کر مرقد تاریک میں — زندگی ہی نہ پایا جب نشان زندگی
کھیل جانا جان پر مردوں کا ادنیٰ کھیل ہے — موت سے ڈرتے نہیں ہیں عاشقان زندگی
سخت حیرت ہے کہ مر کر بھی نہ آئی ہم کو موت — خاک ہو کر بھی رہا باقی نشان زندگی
زندگی اپنی ہے اک دریائے ناپید اکنار — ختم ہوتی ہی نہیں ہے داستان زندگی
یاد رکھ **امجد** کہ مرنا ہی ہے اصل حیات
جان کسی کی نذر کر دینا ہے جان زندگی

غزل

اک برق تجلی نے میری تعمیر کے ٹکڑے کر ڈالے
تدبیر کے ٹکڑے کر ڈالے تقدیر کے ٹکڑے کر ڈالے

پایا نہ تھا جب تک اس بت کو میں اپنی پرستش کرتا تھا
ہاتھ آگئی جب اصلی صورت تصویر کے ٹکڑے کرڈالے
بھولا جب تک تھا چپ تھا، جب آگئی اسکو یاد وطن
اک چشم زدن میں قیدی نے زنجیر کے ٹکڑے کرڈالے
غم میں مرا غمخوار آہی گیا، رونے پہ اسے پیار آہی گیا
تدبیر نے میری قسمت سے، تقدیر کے ٹکڑے کرڈالے
شہ رگ کے قریب وہ رہتا تھا، کس طرح گلا کٹ سکتا تھا
نازک سی رگ گردن نے مری شمشیر کے ٹکڑے کرڈالے
افسانۂ غم کہنے کیلئے، سوچے تو بہت کچھ تھے **امجد**
اک تیز نظر نے ظالم کی، تقریر کے ٹکڑے کرڈالے

غزل

اس چمن میں سدا بہار نہیں — رنگ دنیا کا اعتبار نہیں
بلبلے کو سکون ہو کیونکر — خود سمندر کو جب قرار نہیں
ہاں کبھی کوئی وقت آئیگا — کب تک آخر یہ بار بار نہیں
خواب پر ہے قیاس بیداری — دونوں حالت میں اختیار نہیں
اس کے وعدے کا کیا بھروسہ — جسکو اک آن بھی قرار نہیں

کس قدر صاف دل رہا امجد
اسکی مٹی میں بھی غبار نہیں
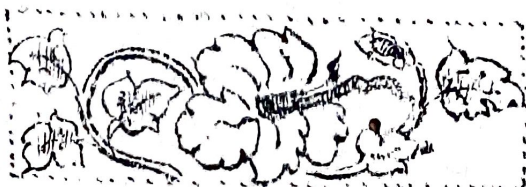
غزل

خواب میں ان کو جا کے دیکھ لیا
اُن کو اُن سے چھپا کے دیکھ لیا

نہ چھپے میری آنکھ سے نہ چھپے
تم نے خود کو چھپا کے دیکھ لیا

میرے دل سے کبھی نکل نہ سکے
تم نے دامن چھڑا کے دیکھ لیا

تم سے ملنے کی آرزو نہ گئی
خاک میں بھی ملا کے دیکھ لیا

نہ رکھا تم نے ایکدن بھی قدم
ہم نے آنکھیں بچھا کے دیکھ لیا

نہ لگا جی کسی جگہ نہ لگا
ہر جگہ جی لگا کے دیکھ لیا

اے غضب، غم یہاں بھی آپہنچا
محل اونچے بنا کے دیکھ لیا

میری دیوانگی کا کیا کہنا
رُخ سے پردہ ہٹا کے دیکھ لیا

حاصلِ عمر کا پتہ نہ چلا
عمر ساری گنوا کے دیکھ لیا

خاک حاصل ہوا نہ اے امجد
ہر طرف خاک اڑا کے دیکھ لیا

امجد

سایۂ آفتاب ہے امجد
آپ اپنا حجاب ہے امجد

اس کا سر ہے کسی کے قدموں میں
کیا ہی عالیجناب ہے امجد

کیا جلائے گی اس کو نارِ سقر
شرم سے آب آب ہے امجد

یاں عدم کے سوا وجود نہیں
سارا دریا سراب ہے امجد

ایک تم ہی نہیں ہو دنیا میں
یاں ہر اک لاجواب ہے امجد

بہہ گیا تھا جو رود موسیٰ میں
وہی خانہ خراب ہے امجد

(۲)

خاک ہے خاکسار ہے امجد ۔۔۔ رہ گذر کا مزار ہے امجد
اس کے اعمال پوچھتے کیا ہو ۔۔۔ عمل گزدگار ہے امجد
وہ کبھی ہوش میں نہیں آتا ۔۔۔ کسقدر ہوشیار ہے امجد
جب سے آنکھیں ہوئی ہیں آخربیں ۔۔۔ گل بھی آنکھوں میں خار ہے امجد
کچھ نہیں اعتبار دنیا کا ۔۔۔ یہ بھی اک اعتبار ہے امجد
موت اپنی نہ زندگی اپنی ۔۔۔ واہ کیا اختیار ہے امجد
ان کا وعدہ تو ہے قیامت کا ۔۔۔ کس کا پھر انتظار ہے امجد

غزل

کب سے ہے ابتدا نہیں معلوم ۔۔۔ ہے کہاں انتہا نہیں معلوم
کس طرح چل رہی ہے کشتیٔ عمر ۔۔۔ کون ہے ناخدا نہیں معلوم
آنے جانے میں سانس کے اب تک ۔۔۔ کیا لیا کیا دیا، نہیں معلوم
کس سے پوچھوں کہ شرم آتی ہے ۔۔۔ اپنے گھر کا پتا نہیں معلوم
یہ مرا وہ مرا جہاں میرا ۔۔۔ میں ہوں کس کا ذرا نہیں معلوم
جس سے پورا ہو مدعا دل کا ۔۔۔ مجھے ایسی دعا نہیں معلوم

عمر ساری گزار کر امجد
ہوا معلوم کیا؟ ...... نہیں معلوم

غزل

دیکھو کہ دلِ عبد میں مولا تو نہیں ہے، ۔۔۔ اس قطرے کی تہ میں کہیں دریا تو نہیں ہے

کعبے کے پیش پردے کو مجنوں نے جو دیکھا
بولا یہ کہیں محمل لیلیٰ تو نہیں ہے

ممکن ہے تمہیں خاک میں ملجاؤ کسی دن
تم ڈھونڈتے ہو جس کو وہ ملتا تو نہیں ہے

میں تجھ سے ستم پیشہ سے کس طرح نبھاؤں
ظالم مرا پتھر کا کلیجہ تو نہیں ہے

کہتے ہیں جسے اہل جہاں مردمک چشم
اے جاں وہ ترا نقش کف پا تو نہیں ہے

وہ ساتھ ہیں ہر دم نظر آتے نہیں پھر بھی
اللہ مری آنکھوں پہ پردہ تو نہیں ہے

دنیا کی ہر اک چیز سمجھی کچھ نے کبھی کچھ
جو کچھ نظر آتا ہے وہ دھوکا تو نہیں ہے

امجد ہوس خام سے کیوں ہوتا ہے بدنام
منشا ترا پورا کبھی ہوتا تو نہیں ہے

غزل

غم ہے کھانے کیلئے خون ہے پینے کیلئے
اس خورو نوش پہ ہم مرتے ہیں جینے کیلئے

گنج قارون پہ بھی قاروں کی ہوس کم نہ ہوئی
ہو گیا زیر زمیں دفن دفینے کیلئے

بھر گیا تیری محبت سے مرا دل اتنا
جائے باقی نہیں اب غیر کے کینے کیلئے

موج میں اپنی چلا جاتا ہے دریا امجد
یہ تلاطم نہیں کچھ تیرے سفینے کیلئے

غزل

فنا کا دور دورہ ہے نہ ہست ہے نہ بود ہے
وجود کہتے ہیں جسے سراب کی نمود ہے

یہ آب ہے یہ موج ہے یہ بحر ہے یہ بلبلا
ہے اسم و رسم مختلف وگرنہ اک وجود ہے

جب ایک چیز ہو گئی عدم نہیں ہے پھر کسے
حیات میں وجود ہے ممات میں وجود ہے

شہود میں بھی غیب ہے ہماری چشم کور کو
اگر نظر ہو دور بیں تو غیب میں شہود ہے

ہماری خاکساریاں ہیں وجہ سرفرازیاں ۔ نزول میں عروج ہی ہبوط میں صعود ہے
ہر ایک ذرہ ذرہ ہے منعم منعم کا مدعی جہاں کہیں وجود ہے وہاں سر نمود ہے

کسی کے پائے ناز پر جھکا ہے امجدؔ اپنا سر
نماز عشق میں مگر سجود ہی سجود ہے

غزل

اس مکاں کا کہیں مکیں نہ ملا نہ ملا آہ وہ کہیں نہ ملا
اونچے اونچے محل بھی دیکھ آئے گوشۂ عافیت کہیں نہ ملا
شک ہی شک میں تمام عمر کٹی خاک میں مل کے بھی یقیں نہ ملا
عالم پاک ہے مقام اپنا خاک میں ہم کو اے زمیں نہ ملا

ہم نشیں تو بہت ملے امجدؔ
لیکن افسوس دلنشیں نہ ملا

غزل

آفت ہے آئے دن طلب ملک و مال میں راحت ہے دو جہاں کی ترک سوال میں
کہتے ہیں وہ بلند ہے وہم و خیال سے یہ بھی ہے اک خیال ہمارے خیال میں
دیکھو خدا کی شان وہ آئے ہیں میرے گھر جو آج تک نہ آئے کسی کے خیال میں
جبتک رہا فراق رہی ان کی جستجو اب ہیں کہ خود کو ڈھونڈ رہے ہیں وصال میں
ان کا غضب بھی موجب اصلاح حال ہے ہوتی نہیں تمیز جلال و جمال میں

دیکھو نہ کم نگاہی سے امجدؔ فقیر کو
آبحیات ہے اسی جام سفال میں

غزل

کیسی مست شباب کی دنیا | ایسی ہے جیسے خواب کی دنیا
ہائے ظالم کی مست آنکھوں میں | بس رہی ہے شراب کی دنیا
حسن اُس شوخ کا خدا کی قسم | ہے مہ و آفتاب کی دنیا
چین دم بھر اسے نصیب نہیں | دل ہے یا انقلاب کی دنیا
محو غفلت ہے کائنات تمام | ساری دنیا ہے خواب کی دنیا
موت ہیں دو جہاں کی راحت ہے | زندگی ہے عذاب کی دنیا

حرص دنیا میں پھنس کے ای امجد
تو نے اپنی خراب کی دنیا

غزل

تیری رحمت تو عام ہے ساقی | خالی کیوں میرا جام ہے ساقی
جس زمیں پر ہو تیرا نقش قدم | وہیں میرا مقام ہے ساقی
دل میں ہے اور خبر نہیں ہوتی | کیا ہی نازک خرام ہے ساقی
تجھ کو مجھ سے نہیں کوئی مطلب | مجھ کو تو تجھ سے کام ہے ساقی
تیرے ہمرہ شراب بھی ہی حلال | پانی تجھ بن حرام ہے ساقی
لوگ سب جسکو کہتے ہیں امجد | تیرا ادنی غلام ہے ساقی

غزل

چارہ گر کو نظر نہیں آتا | داغ دل کیوں ابھر نہیں آتا

جو نظر آتا ہوں نہیں ہوں میں — اور جو کچھ ہوں نظر نہیں آتا
اس کی آنکھوں میں کچھ جگہ پاؤں — مجھے ایسا ہنر نہیں آتا
میرے ہمرہ ہے راہ بر میرا — پھر بھی میں راہ پر نہیں آتا

نہ کرو کوئی آرزو امجد
اس شجر میں ثمر نہیں آتا

غزل

حامل بار امانت ظالم و جاہل بنا — الحمد اللہ مجھ سا ناقابل بھی ہن قابل بنا
عشق کا خنجر رگ جاں کو لگا روز ازل — ایک قطرہ خون کا اس سے ٹپک کر دل بنا
تعرف الاشیاء بالاضداد سے ثابت ہوا — ذاتِ حق کی معرفت کیواسطے باطل بنا
آج جو کرتا ہوں میں پاتا ہوں کل اسکی جزا — باضبہ افعال ہی سے میرا مستقبل بنا
حق ہو یا باطل ہو ان دونوں کا خالق ایک ہے — مجھ کو حیرت ہے کہ حق سے کس طرح باطل بنا

مل ہی جائے گا کوئی ہمدرد آخر ایک دن
پہلے امجد اپنے دل کو درد کے قابل بنا

غزل

گرچہ امجد سخت نافرجام ہے — کام لینا اس سے تیرا کام ہے
کامیابی کے نہیں ہم ذمہ دار — بس کی حد تک ہمارا کام ہے
جبر اس مختار پر کیوں کر کریں — عرض کر دینا ہمارا کام ہے
حسن صورت کو نہیں کہتے ہیں حسن — حسن تو حسن عمل کا نام ہے
رہتے ہیں ٹوٹے ہوئے دل میں حضور — ٹوٹ کر بھرتا ہے یہ وہ جام ہے

اہل دل کو اپنا دل دیدیجیے ہاں اسی منزل میں کچھ آرام ہے

قیدی ہستی کو آزادی کہاں بندگی بیچارگی کا نام ہے

رہ سکے کس طرح امجد مطمئن

زندگی خوف خدا کا نام ہے

غزل

یہ گل و غنچہ یہ سبزہ یہ فضا کچھ بھی نہیں اپنے دل کے آگے باغ دلکشا کچھ بھی نہیں

دست قدرت میں ترے کیا کچھ نہیں ہے اے کریم ہاتھ میں ہم بیکسوں کے جز دعا کچھ بھی نہیں

اہل دولت کے لئے تیرے سوا ہر چیز ہے ہم غریبوں کے یہاں تیرے سوا کچھ بھی نہیں

کیا بتائیں کیا ہیں ہم اول عدم آخر عدم ابتدا کچھ بھی نہیں ہے۔ انتہا کچھ بھی نہیں

کون ہے پورا ہوا دنیا میں جس کا مدعا شکر کی جا ہے کہ اپنا مدعا کچھ بھی نہیں

آج جو آیا ہے امجد کل وہ جائیگا ضرور

جسکو تو اپنا سمجھتا ہے ترا کچھ بھی نہیں

غزل

جب مسند فقر پہ بیٹھ گئے۔ شاہی کی تمنا کون کرے

جب مالک کونین اپنا ہو۔ کونین کی پروا کون کرے

معبود اگر مشہود نہیں۔ پھر طاعت میں کچھ سود نہیں

مسجود کی جب تک دید نہو۔ موہوم کو سجدہ کون کرے

ہر خواہش جاں کی کاہش ہے۔ خواہش جو نہو آسایش ہے

سنتا نہیں جب اپنی کوئی۔ پھر عرض تمنا کون کرے

تم آؤ نہ آؤ وعدے پر۔ ہر حال میں راضی ہے امجد
تم جان اور دل کے مالک ہو۔ مالک سے تقاضا کون کرے

غزل

اے دونوں جہاں کے شاہنشاہ۔ برباد ہوں میں تاراج ہوں میں
جتنا ہے تو مجھ سے مستغنی۔ اتنا ہی ترا محتاج ہوں میں
توحید کا دعویٰ کرتا ہوں۔ پھر غیروں پر بھی مرتا ہوں
اللہ غنی تیرا ہو کر۔ محتاجوں کا محتاج ہوں میں
میں سارے فرشتوں میں اعلیٰ تھا میں عرش بریں سے بھی بالا تھا
جب سب کچھ تھا اب کچھ بھی نہیں کل کیا تھا اور کیا آج ہوں میں
میں وقت کا اپنے حساں ہوں۔ تقدیر پہ اپنی نازاں ہوں
امجد ہے یہی معراج مری۔ مداح شہ معراج ہوں میں

غزل

وہ غیروں کو ساغر دئے جا رہے ہیں
ادھر خون دل ہم پئے جا رہے ہیں
ہر اک سانس چبھتی ہے اک پھانس بنکر
مگر اس پہ بھی ہم جئے جا رہے ہیں
ارے کوئی دیکھے یہ کیا ہو رہا ہے
کہ وہ مجھ کو مجھ سے لئے جا رہے ہیں
کبھی میٹھی میٹھی، کبھی کڑوی کڑوی
وہ جیسی پلائے پیئے جا رہے ہیں
عجب ہیں تماشے قضاء و قدر کے
دکھے جا رہے ہیں سئے جا رہے ہیں
تصور کی تصدیق ممکن نہیں ہے
مگر پھر بھی کوشش کئے جا رہے ہیں
کسی سنگدل کے تصور میں امجد
بتوں کی پرستش کئے جا رہے ہیں

غزل

قدموں میں ان کے جان دیے جا رہا ہوں میں
سرمایۂ حیات لیے جا رہا ہوں میں

غم کا ہے کوئی غم نہ خوشی کی کوئی خوشی
جس طرح وہ چلائے جئے جا رہا ہوں میں

جب نیکنامیوں سے مجھے یاس ہو گئی
بدنامیوں میں نام کیے جا رہا ہوں میں

جاتا ہوں جسکے شوق میں میں اس جہان سے
اسکو بھی اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں میں

ہر سانس میں بقا و فنا ساتھ ساتھ ہے
مر مر کے بار بار جئے جا رہا ہوں میں

سوز دروں سے تن ہمہ تن داغ داغ ہے
کنج لحد میں لیکے دیے جا رہا ہوں میں

امجد جہاں میں نام کی پروا نہیں مجھے
تا حد سعی کام کیے جا رہا ہوں میں

غزل

بُرا ہو اس قلب مضطرب کا کہ چین جس کو ذرا نہیں ہے
میں اسکو پہلو میں کیوں جگہ دوں، یہ دل نہیں، مار آستیں ہے

پڑے ہیں کنج لحد میں چپ چپ عدم کی بستی بسانیوالے
کہیں ہے ساماں اور کہیں سر، کہیں مکاں ہے کہیں مکیں ہے

جو سوتے تھے گل کی سیج پر کل، پڑی ہی آج ان پہ چادر گل
دماغ جو آسمان پر تھا، خدا کی قدرت تہِ زمیں ہے

نہ کوئی اس خواب سے جگائے یہی تمنائے دل ہے امجد
خدا رکھے میری بیخودی کو نہ ذکر دنیا نہ فکر دیں ہے

غزل

کچھ طلب کرنا کسی سے آبرو کی موت ہے
آرزو کا پورا ہونا آرزو کی موت ہے

وہ اگر ملتے نہیں ایسی بھی ہے کچھ مصلحت
ان کے ملنے میں ہماری جستجو کی موت ہے

آپ کے ہوتے ضرورت کیا شراب ناب کی
اس نشیلی آنکھ سے جام و سبو کی موت ہے

دیکھئے کب آئے؟ کس جا آئے؟ کس پردے میں آئے
خستہ جاں امجد کی اک مدت سے بھو کی موت ہے

غزل

نظر بھر کے جس سمت ہم دیکھتے ہیں
تمہیں کو تمہاری قسم دیکھتے ہیں

کبھی دیکھ ہی لیں گے اُن کے قدم بھی
ابھی ہم تو نقش قدم دیکھتے ہیں

کرے کون تصدیق کی فکر بیجا
تصور میں جب ان کو ہم دیکھتے ہیں

کرینگے وہ کیا لیکے جنت کو امجد
جو اپنے ہی دل میں ارم دیکھتے ہیں

غزل

جینا اگر ہے تجھ کو تو فرزانہ بن کے جی
فرزانگی یہی ہے کہ دیوانہ بن کے جی

سُن ان کی نغمہ سازیاں بیگانہ بن کے جی
دیکھ اُن کی حسن کاریاں اندھا نہ بن کے جی

جب تک طلب جہان کی تھی مردہ دل رہا
اب جی اٹھا ہے طالب جانانہ بن کے جی

امجد یہ جی لگانے کی دنیا جگہ نہیں
کیا ذکر غیر، آپ سے بیگانہ بن کے جی

غزل

نہ کرو جینے کی ارمان بہت / کہ ہیں اس نفع میں نقصان بہت

ہم نے دنیا میں جہاں تک دیکھا / کم ہیں انسان تو شیطان بہت

گر پڑھا ہو تو قسم لے لیجئے / گھر میں رکھے تو ہیں قرآن بہت

ماحصل سب کا ہے تسلیم و رضا / گو ہیں اسلام میں ارکان بہت

تم بھی اے حضرت امجد لے لو
آج کل بکتے ہیں ایمان بہت

غزل

اُس کا ہو جا شوق ہے تجھ کو اگر تسخیر کا / خاکساری سیکھ گر طالب ہے تو اکسیر کا

جوہر تاباں ہے ہر اک ذرہ مری تعمیر کا / میرا ظاہر آئینہ ہے غیب کی تصویر کا

جسقدر منظور رب ہے سعی کر لیتا ہوں میں / ہے مری تدبیر میں بھی شائبہ تقدیر کا

ہر نفس میں ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہیں قلب و جگر / ہے اثر ہر سانس میں اپنے دم شمشیر کا

شاعری نے حضرت امجد کی منوا ہی دیا
ورنہ میں قائل نہیں تھا شعر کی تاثیر کا

غزل

اور یقینی ہے یہی سب کی صدا ہے / لیکن نہیں معلوم کہ وہ کون ہے کیا ہے

کیا کوئی سمجھے اسکی حقیقت کہ وہ کیا ہے / ہاتھ آئے تو بت ہاتھ نہ آئے تو خدا ہے

ہر چند ہیں دنیا میں بہت عیش کے ساماں / لیکن کوئی یہ کہہ دے کہ میرے لئے کیا ہے

دنیا کے زر و مال سے گو ہاتھ ہے خالی
المنۃ للہ کہ دل درد بھرا ہے

ظاہر میں تو سرسبز جگر غم سے ہے پرخوں
رنگ رخ امجد صفت برگ حنا ہے

غزل

شکایت کرے کیا اُن سے وہ مدبر نہ آنیکی
وہ کہتے ہیں نہیں اک حال پر حالت زمانے کی

کمال و ملال سے عاری ہے نہ صورت ہے نہ سیرت ہے
کوئی صورت نہیں اس بزم میں صورت دکھانے کی

جگر خوں گشتہ خوں شد آب آئے دیدہ ہیرو
ارے ظالم کوئی حد بھی ہے آخر آزمانے کی

کہاں تک اس نہ آنے والے کا میں دیکھتا رستہ
بڑی ہی مہربانی مجھ ستم کش پر قضا نے کی

اسی نے بارہا خنجر چلایا اسکی گردن پر
جہاں میں جس کسی نے کی کسی سے یارانے کی

کہا اس خسرو خوباں نے امجد کی غزل سن کر
یہ دیوانہ ہمارا بات کہتا ہے ٹھکانے کی

غزل

عالم میں ہر اک اسکا شیدا نظر آتا ہے
اس طور کا ہر ذرہ موسیٰ نظر آتا ہے

بندے کی معیت میں مولا نظر آتا ہے
قطرے کی حقیقت میں دریا نظر آتا ہے

دریا کے تجسس میں پیاسا ہی نہیں حیراں
دریا بھی تو پیاسے کا پیاسا نظر آتا ہے

انوار نبی دیکھو اللہ کی آنکھوں سے
بندوں کی نگاہوں میں بندہ نظر آتا ہے

اے دیر و حرم والو دیکھو نظر حق سے
دل کافر و مومن کا کعبہ نظر آتا ہے

گر غم سے لبوں پر دم آیا ہی مبارک ہو
وہ دیکھ کوئی ہمدم آتا نظر آتا ہے

کس طرح نظر آئے وہ پردہ نشیں امجد

غزل

یوں تو کیا کیا نظر نہیں آتا
کوئی تم سا نظر نہیں آتا

ڈھونڈھتی ہیں جسے مری آنکھیں
وہ تماشا نظر نہیں آتا

اپنی آنکھوں سے اسکو دیکھوں گا
مجھے ایسا نظر نہیں آتا

ہو چلی ختم انتظار میں عمر
کوئی آتا نظر نہیں آتا

جھولیاں سب کی بھرتی جاتی ہیں
دینے والا نظر نہیں آتا

جو نظر آتے ہیں نہیں اپنے
جو ہے اپنا نظر نہیں آتا

دیکھ لیتا ہوں صورت آئینہ میں
داغ دل کا نظر نہیں آتا

زیر سایہ ہوں اُس کے میں امجد
جس کا سایہ نظر نہیں آتا

غزل

نالۂ جان خستہ جاں عرش بریں پہ جائے کیوں
میرے لئے زمین پر صاحب عرش آئے کیوں

نور زمین و آسماں دیدۂ و دل میں سمائے کیوں
میرے سیاہ خانہ میں کوئی دیا جلائے کیوں

دیکھے تجھے جو اک نظر ہوش میں پھر وہ آئے کیوں
جس کو ترے قدم ملیں سجدے سے سر اٹھائے کیوں

اُس کے نہ یاد کرنے کا شکوہ ہے سر بسر غلط
جو رہے اُس کی یاد میں پھر وہ اُسے بھلائے کیوں

بخشنے والا جب مرا عفو ہے تُلا ہوا!
مجھ سا گناہ گار پھر جرم سے باز آئے کیوں

زیست کے ساتھ ساتھ ہے موت کا ڈر لگا ہوا
جس کا ہو رنگ اُڑا ہوا پھر وہ مزے اڑائے کیوں

جور و جفائے یار کی کیجئے کیا شکایتیں
عاشق عافیت طلب اسکی گلی میں جائے کیوں

سیکھو طریقۂ وصال سیدنا حسینؓ سے
ہم نہ اگر گلا کٹائیں کوئی گلے لگائے کیوں

زخم کو گھاؤ کیوں بناؤ درد کو اور کیوں بڑھاؤ
نسبت ہو کو توڑ کر کیجئے ہائے ہائے کیوں

جس نے چڑھائیں تیوریاں نام سے میرے عمر بھر
اب وہ مرے مزار پر پھول چڑھانے آئے کیوں

امجدؔ خستہ حال کی پوری ہو کیوں کر آرزو
دل ہی نہیں جب اسکے پاس مطلب دل بر آئے کیوں

غزل

کس چیز کی کمی ہے مولا تری گلی میں
دنیا تری گلی میں عقبیٰ تری گلی میں

جامِ سفال اس کا تاجِ شہنشہی ہو
آ جائے جو بھکاری داتا تری گلی میں

دیوانگی پہ میری ہنستے ہیں عقل والے
تیری گلی کا رستہ پوچھا تری گلی میں

اک آفتاب وحدت ہے فیض بخش کثرت
نکلی ہوئی ہیں گلیاں صدہا تری گلی میں

ہے فیض کی تجلی گہری اندھیریوں میں
بکتا ہے رات ہی کو سودا تری گلی میں

کس طرح پاؤں رکھے یاں صاحب بصیرت
آنکھیں بچھی ہوئی ہیں ہر جا تری گلی میں

ہے بارگاہِ عالی کتنی بلند و ارفع
سجدے کو بھی نہیں جا اصلا تری گلی میں

سورج تجلیوں کا ہر جا چمک رہا ہے
دیکھا نہیں کسی دن سایا تری گلی میں

ہوش و حواس گم ہیں عقل فلک رسا کے
مجنوں بنی ہوئی ہے لیلیٰ تری گلی میں

ہے میرے زخم دل میں صورت تری نمایاں
میری گلی کا رستہ نکلا تری گلی میں

مرآۃ درد میں ہے درمان کی بھی صورت
ہوتا ہے زخم خود ہی پھاہا تری گلی میں

پہلو سے دل نکل کر قدموں پہ لوٹتا ہے
چبھتا ہے پاؤں میں جب کانٹا تری گلی میں

توحید کی تجلی سب پر جدا جدا ہے
کرتے ہیں بے سمجھ کیوں جھگڑا تری گلی میں

ہر ایک اپنی دھن میں گاتا ہے راگ تیرا
ہوتا ہے خوب ہر شب جلسہ تری گلی میں

رنگ بلال میں اک صاحب جمال بھی ہے
ڈالا ہے نیرگی نے پردہ تری گلی میں

سب چھپ کے مرمٹیں گے جتنے ہیں آنے والے
تو ہی رہے گا آخر تنہا تری گلی میں

امجد کو آج تک ہم ادنیٰ سمجھ رہے تھے
لیکن مقام اُس کا دیکھا تری گلی میں

حج امجد

غزل

کام کب حسب مدعا نہ ہوا
اُس کے فضل و کرم سے کیا نہ ہوا

ہم تو اک بار اُس کے ہو جائیں
وہ ہمارا ہوا ہوا نہ ہوا

ڈھونڈھتا ہوں میں ہر نفس اُسکو
اک نفس مجھ سے جو جدا نہ ہوا

کیا ملا وحدت وجودی سے
بندہ بندہ رہا خدا نہ ہوا

جا چکے ہوش و عقل و تاب و تواں
لیکن افسوس انا فنا نہ ہوا

بندگی میں یہ کبریائی ہے
خیر گزری کہ میں خدا نہ ہوا

ایسے آقا کا ہے غلام امجد
جسکے مانند دوسرا نہ ہوا

غزل

باغباں کی منت سے آپ کو رہا پایا
جس نے غنچۂ دل کو باغ دلکشا پایا

تیرے وصل کی خواہش اک غلط نمایش ہے
اپنے آپ کو میں نے تجھ سے کب جدا پایا

آنکھ بند ہونے پر دید کی تمنا ہے
آنکھ رکھ کے کیا دیکھا زندگی میں کیا پایا

ناامیدی و امید ساتھ ساتھ چلتی ہیں
بارہا اُسے کھویا اور بارہا پایا

سانس جسکو کہتے ہیں ایک پھانس ہے دل میں
زندگی کے دھوکے میں موت کا مزہ پایا

علم ایک نقطہ ہے اور کچھ نہیں لیکن
نقطۂ نظر اک کا ایک سے جدا پایا

ہم تو صاف کہدیں گے ملگیا خدا اُس کو
جس نے اس خدائی میں بندۂ خدا پایا

حیلہ ہاتھ آتا ہے خوب پائے بوسی کا
رکھدیا قدم پر سر جب انہیں خفا پایا

جستجو ہی اے امجد راز کامیابی ہے
جسنے جابجا ڈھونڈا اُس نے جابجا پایا

سوز و ساز

بمواجہ حضور انور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

مل گیا صوت سرمدی میرے شکستہ ساز سے
نغمے کی آتی ہے صدا نوحۂ دل گداز سے

اب تو مری نظر میں ہے حسن ہی حسن ہر طرف
خلعت عشق مل گیا بارگہ حجاز سے

حاصل عمر ملگیا قلب فسردہ کھل گیا
پڑگئی زندگی میں جان انکی نگاہ ناز سے

برسوں کے بچھڑے مل گئے داغ دلوں کے دھل گئے　　لپٹی ہوا کی خاک پا میرے سر نیاز سے
حل کا نات تراہ آج صحیح ہو گیا　　رفع یدین کر سکے کون اب اس نماز سے
دل کی شکستگی نے آج جوڑ دیا کسی کیساتھ　　دیکھ لیا رخ حسین اس در نیم باز سے
حالتِ وجد و ذوق میں دل سے یہ کہہ ہائے درد　　ہم نے ملا دیا تجھے لے ترے چارہ ساز سے
زلفوں میں دل الجھ گیا بخت سیہ چمک گیا　　رشتۂ عمر بندھ گیا سلسلہ دراز سے

اے محفلِ نیجاں کی جاں رقص نکیوں کرے یہاں
بربطِ روح بھر گیا نغمۂ دل نواز سے

ح امجد

شمع ہستی

داری سر فرزانگی دیوانہ شو دیوانہ شو　　بگذر ازیں دیوانگی دیوانہ شو دیوانہ شو
اے جاں زحد جاں گزر دیوانہ شو دیوانہ شو　　اے حق طلب از غیر خود بیگانہ شو بیگانہ شو
برشمع ہستی چرخ زن پروانہ شو پروانہ شو

اے اشرف کون و مکاں اے جلوہ گاہ کبریا　　اے درۃ التاج شرف اے تاجدار دوسرا
ہے جستجو کس کی تجھے اے مظہر نور خدا　　تو کون ہے، دیکھ اک نظر آئینہ دل میں ذرا
برشمع ہستی چرخ زن پروانہ پروانہ شو

جو اصل جوہر ہے ترا، ناقابلِ تغییر ہے　　یہ چاند سی صورت تری نقاش کی تصویر ہے
قدرت کی تو تحریر ہے وحدت کی تو تفسیر ہے　　رفع حجاب غیر کی بس اک یہی تدبیر ہے
برشمع ہستی چرخ زن پروانہ شو پروانہ شو

اس شیشۂ ناموس کو سنگ جنوں سے پھوڑ دے　　یہ رشتۂ تار نفس دامان حق سے جوڑ دے
کون و مکاں میں پھیل جا محدودیت کو چھوڑ دے　　اے نور حسن لم یزل فانوس ہستی توڑ دے
برشمع ہستی چرخ زن پروانہ پروانہ شو

ہے حامل عرش بریں خاکی منش ہستی تری — ہے یادگار بادۂ توحید مستی تری
ہر دم صفات سبعہ سے آباد ہی بستی تری — اللہ اکبر! دیکھ تو کیا چیز ہے ہستی تری

بر شمع ہستی چرخ زن پروانہ شو پروانہ شو

امجد تلاش حق میں تو ناحق نہ سرگرداں ہو — اپنے حریم خاص میں آپ اپنا تو مہماں ہو
ہر آن اپنی شان سے آئینہ سا حیران ہو — تو آپ اپنی قدر کر، خود آپ پر قربان ہو

بر شمع ہستی چرخ زن پروانہ شو پروانہ شو

مالدار مفلس

بنایا جس کو اپنے ہاتھ سے وہ تیری ہستی ہے — تیری تصویر صورت آفریں سے ملتی جلتی ہے
سراسر ہر سر مو تیرا، سر کنز مخفی ہے — تری ہستی تو سر سے پاؤں تک دولت کی گٹھری ہے

بھیکا! بھوکا کوئی نہیں سب کی گٹھری لال
گانٹھ کھول دیکھت نہیں جگت پھرے کنگال

خبر ہے بیخبر تجھ کو؟ تری کیا قدر و قیمت ہے — تجھے معلوم ہے، یہ تیری صورت کس کی صورت ہے
ترے چھوٹے سے گھر میں ہر طرف دولت ہی دولت ہے — کہیں گنج بصارت ہے کہیں کان سماعت ہے

بھیکا! بھوکا کوئی نہیں سب کی گٹھری لال
گانٹھ کھول دیکھت نہیں جگت پھرے کنگال

کتاب خلقت کون و مکاں کا تو ہی عنواں ہے — فرشتے بھی ادب کرتے ہیں جسکا تو وہ انساں ہے
جسے تو ڈھونڈھتا ہے وہ تو تیرے گھر میں پنہاں ہے — حریم تن میں دل ہے دل میں جاں ہے جاں میں جاناں ہے

بھیکا! بھوکا کوئی نہیں سب کی گٹھری لال
گانٹھ کھول دیکھت نہیں جگت پھرے کنگال

نمایاں ہیں قدم کی خوبیاں حادث کی ہستی سے — ملا ہے رشتۂ روح القدس انساں کی مٹی سے

اسی جا ہمیں سنتے ہیں ہمیشہ کنز مخفی ہے — نہیں ہے جیب دل خالی کوئی حق کی تجلی ہے

بھیکا بھوکا کوئی نہیں سب کی گٹھڑی لال
گانٹھ کھول دیکھت نہیں جگت پھرے کنگال

طریق معرفت میں تو ہی آپ اپنا عصا امجد — بنی ہے عبد کے پہلو میں درگاہ خدا امجد
خدا کے واسطے تو چھوڑ کر خود کو نہ جا امجد — کہاں جاتا ہے آفاق سے انفس میں آ امجد

بھیکا بھوکا کوئی نہیں سب کی گٹھڑی لال
گانٹھ کھول دیکھت نہیں جگت پھرے کنگال

تضمین

مرے منہ پہ خاک مل دے یہی ہے مری صفائی — ہے جہاں کی ہر برائی مرے واسطے بھلائی
مجھے کام سے غرض ہے ہو بلا سے جگ ہنسائی — صنما رہ قلندر سزد ار بمن نمائی

کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

کبھی ٹکٹکی لگی ہے، کہ نظر ملے نظر سے — تری راہ دیکھتا ہوں کبھی آنکھ بند کر کے
کبھی ناظر نظر ہوں کبھی محو دلبر اپنے — ہمہ روز در امیدم کہ رسم بوصل روزے

ہمہ شب درین خیالم کہ شبے بخوابم آئی

ترے درد میں ہے درماں ترے غم میں ہے مسرت — ترے جور میں ہے لذت ترے قہر میں حلاوت
ہے قبول ہم کو سب کچھ ہو عتاب یا عنایت — نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

کروں کس پہ میں تعجب کروں کس کا کس کا ماتم — مجھے سارا کارخانہ نظر آرہا ہے برہم
یہ عجب ہوا چلی ہے کہ الٹ گیا ہے عالم — بقمار خانہ رفتم ہمہ پاکباز دیدم

چو بصومعه رسیدم همه یافتم دغائی

جو پڑھی نماز میں نے وہ مجھی پہ ہو گئی رد
مرے دستِ التجا کو نہ ملی قبول کی حد

ہے مری عبادتوں کی یہ تباہی اب تو امجد
بزمین چو سجده کردم ز زمین ندا بر آمد

که مرا خراب کردی تو بسجدهٔ ریائی

عشق و مذہب

خوش ہم سے رہے جاناں ہم عبد اسے کہتے ہیں
بس ایک کے ہو جانا توحید اسے کہتے ہیں

گرنا ترے قدموں پر ہے عین نماز اپنی
سجدے میں سرافرازی ہے بندہ نوازی اپنی

بھولے سے نہیں آتا کھانے کا خیال اب تو
دھن وصل کی رہتی ہے صومِ وصال اپنی

مر جانا محبت میں ہے عین حیات اپنی
نقدِ دل و جاں دینا گویا ہے زکوٰۃ اپنی

عاشق کیلئے حج بھی اک خاص بہانہ ہے
ہم کو درِ جاناں تک ہر حال میں جانا ہے

کام آ نہ سکی آخر کچھ بخیہ گری اپنی
لیجاتی ہے جنگل کو شوریدہ سری اپنی

حلقہ درِ کعبہ پر ہے حلقہ بگوشوں کا
ہے زانوئے دلبر پر سر خانہ بدوشوں کا

اے مستِ مئے وحدت امجد تجھے کیا کم ہے
کوثر ہے مدینہ میں اور کعبہ میں زمزم ہے

تفسیر ہو یا قرآں سب ایک ہی مطلب ہے
اسلام کے ارکاں ہیں یا عشق کا مذہب ہے

جو کچھ ہے شریعت میں وہ عین طریقت ہے
توحید محبت ہے۔ توحید محبت ہے

شایاں نہ بود ما را بے صدق دعا کردن
بے شائبہ الفت از فرض ادا گشتن

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا

شعلہ ہائے عشق سے شمعِ دل جلائے جا — نے کی چشمِ زار سے سیلِ خوں بہائے جا

مستِ نازِ حسن کو خواب سے جگائے جا — سوزِ دل سنائے جا غم کا راگ گائے جا

اے فقیر بینوا بانسری بجائے جا

دیکھو نکلا آفتاب رات کی جا چکی برات — بانسری کی دھن میں ہے گوش بہ نغمہ کائنات

کیا ہی دلفریب ہے تیری بانسری کی بات — کریں ناچنے لگیں بانسری کے سر کے سات

اے فقیر بینوا بانسری بجائے جا

اپنی بانسری بجا نغمۂ حجاز سے — ہو حقیقت آشنا صورتِ مجاز سے

کہتا ہو درد دل اگر شوخِ مستِ ناز سے — بھیرویں کا راگ چھیڑ سوز اور گداز سے

اے فقیر بینوا بانسری بجائے جا

سوز صدائے نے نہیں ہے اثر رسانِ غم — آہ غضب ہے کسقدر درد بھرا بیانِ غم

درگہ شاہِ حسن میں پیش کر ارمغانِ غم — شوق سے سن رہا ہے وہ تیری یہ داستانِ غم

اے فقیر بینوا بانسری بجائے جا

گرچہ چھپا نہیں ہے کچھ حال ترا علیم سے — اسکی صفت ہے بے نیاز وہ ہے صمد قدیم سے

کھینچ تو آہ شعلہ زا سوزِ دل دونیم سے — مل ہی رہیگا کچھ نہ کچھ بارگہ کریم سے

اے فقیر بینوا بانسری بجائے جا

امجد خستہ تو کہاں پہنچے گا اس مکان تک — سینکڑوں بے نشاں ہوئے مل نہ سکا نشان تک

جا نہیں سکتا اس جگہ گرچہ ترا گمان تک — پیر ترے درد کی صدا پہنچے گی اسکے کان تک

اے فقیر بینوا بانسری بجائے جا

حکایت و شکایت

اللہ اللہ دیکھ لی صورت تری
پھر ملایا تجھ سے قسمت نے مری

مدتوں کے آج بچھڑے پھر ملے
اب کرو نگی میں گلے ملکر گلے

تجھ سے کرنی ہے شکایت ہجر کی
سخت مشکل ہے حکایت ہجر کی

پیارے ہاتھوں میں اٹھالے پیارسے
پھر لگالے لعل کو ہر بار سے

بشنو از نے چوں حکایت می کند
وز جدائی ہا شکایت می کند

سینہ جب تیروں سے چھلنی ہو گیا
ابر رحمت اسکا دل کو دھو گیا

اسکا ملنا اور بھی تڑپا گیا
ہجر کا دُکھ وصل میں یاد آگیا

مٹ گئی اس کی محبت دیکھکر
جی بھر آیا اس کی صورت دیکھکر

وصل میں اظہار فرقت دیکھئے
منہ پہ منہ رکھکر شکایت دیکھئے

بشنو از نے چوں حکایت میکند
وز جدائی ہا شکایت میکند

ایک مدت سے بکھری بیٹھی تھی میں
بن کے شیشے کی پری بیٹھی تھی میں

ملگیا آخر نوازندہ مرا
اختر طالع ہے تابندہ مرا

ہجر کے ہاتھوں عجب اندھیر تھی
منہ لگنے ہی کی گویا دیر تھی

بشنو از نے چوں حکایت میکند
وز جدائی ہا شکایت میکند

من بہر جمعیتے نالاں شدم
جفت بدحالاں و خوشحالاں شدم

ہر کسے از ظن خود شد یار من
از درون من نجست اسرار من

اب مرا ہمراز مجھ کو مل گیا • ہاں مرا دمساز مجھ کو مل گیا

مدتوں میں نے اٹھائی سختیاں — اب سناؤں گی اسے سب داستاں

قصۂ غم اے مرے دلدار سن — سن میری جان میرا حال زار سن

لب بلب ہو کر لب محبوب سے — کہہ رہی ہوں آہ کس اسلوب سے

بشنو از نے چوں حکایت می کند

وز جدائی ہا شکایت می کند

کرتی ہے دیوانی کس کی جستجو — بولتی ہے کس کے منہ سے دیکھ تو

دو دہاں داریم گویا ہمچو نے — یک دہاں پنہاں ست در لبہائے وے

آہ دل میں ہو رہی ہے کیوں ملول — ہاں نفخت فیہ من روحی نہ بھول

آہ اک سوکھی ہوئی ڈالی ہے تو — آہ بالکل عقل سے خالی ہے تو

بے سمجھ جاں! اپنی تو کھوتی ہے کیوں — باوجود وصل یہ روتی ہے کیوں

بشنو از نے چوں حکایت می کند

وز جدائی ہا شکایت می کند

اُو دَرمَن و مَن دَر وَے

ڈھونڈھتا ہوا اس کو سارے زمانے میں چار سو — کو کو پکارتا رہا ہر چند کو بہ کو

آخر ہوا یہ علم مجھے بعد جستجو — او در دل من ست و دل من بدست او

چوں آئینہ بدست من و من در آئینہ

کرتا ہے کس کے واسطے بیکار جستجو — باہر تلاش میں کہاں پھرتا ہے چار سو

کیا کہہ رہا ہے سن تو ذرا دل کی گفتگو — او در دل من ست و دل من بدست او

چوں آئینہ بدست من و من در آئینہ

آتی ہے ہر نفس میں اسی کی لطیف بُو — مخفی ہے دل کے پردہ میں حُسن رُخ نکو
ہے جلوہ بخش حضرت ہو دل میں ہو بہو — او در دل من است و دل من بدست او
چوں آئینہ بدست من و من در آئینہ

پردہ نہیں حجاب نہیں کوئی رو برو — تو اُس کا شیفتہ ہے اُسے تیری آرزو
گردن جھکا کے دیکھ تو خود ہی کہیگا تو — او در دل من است و دل من بدست او
چوں آئینہ بدست من و من در آئینہ

میرا رام کہاں ہے

رات جب لوگ سوئے تھے سارے — چپ کھڑی تھی میں گنگا کنارے
چاند پانی میں تھا عکس افگن — مائی گنگا کا پر نور جوبن
دیکھکر ایسا دلکش نظارا — شدت غم سے میں نے پکارا
روح بسمل ہے جاں نیم جاں ہے
میں یہاں رام میرا کہاں ہے؟

چرخ پر گھومنے والے بادل — مہ کا منہ چومنے والے بادل
آسماں تک ہے تیری رسائی — خاک افتادہ میں نارسائی
عرش اعلی پہ تیری نظر ہے — فرش خاکی پہ دکھیا کا سر ہے
یوسف گم شدہ کا پتہ دے — ڈھونڈھ کر مجھ کو اتنا بتا دے
چاند کس برج میں وہ نہاں ہے
میں یہاں رام میرا کہاں ہے؟

اے لوکس زور سے بجلی کڑکی — روح قالب میں گھبرا کے پھڑکی
بوندیں پڑتی ہیں جھم جھم زمیں پر — آسماں ہو گیا خم زمیں پر

چھائی ہے کیا گھٹا کالی کالی ۔ چاند نے ڈر کے صورت چھپالی
خوف سے میرا دل بھی ہے مضطر ۔ میں چھپوں کس کے دامن میں جا کر

آہ کس جا مرا جانِ جاں ہے
میں یہاں، رام میرا کہاں ہے؟

کوئی بیکس کا رہبر نہیں ہے ۔ مہرباں کوئی مجھ پر نہیں ہے
لاکھ رو رو کے میں نے پکارا ۔ محوِ غفلت ہے سنسار سارا
یاس کی اوس برسی جو دل پر ۔ دی صدا رعد نے یہ گرج کر
دیکھ ہے پرمیشر مجھ میں تجھ میں ۔ رام تجھ میں ہے، ہے رام مجھ میں
رام ہے جان میں رام تن میں ۔ رام گلشن میں ہے رام بن میں
رام کا ذکر ہر نام میں ہے ۔ رام سب میں ہے سب رام میں ہے
وہ تو اجلد بد و نیک میں ہے ۔ شان اک ہر کی ہر ایک میں ہے
دل کے ہمرہ دلارام بھی ہے ۔ تو جہاں ہے وہاں رام بھی ہے

کس لئے پھر یہ شور و فغاں ہے
میں یہاں رام میرا کہاں ہے

فی الموتِ حیوٰۃ

پھیر لی جب عالمِ رنگ سے نگاہ ۔ سامنے تھا جلوۂ بے اشتباہ
جب سماعت سمع سے قاصر ہوئی ۔ اسکی آوازِ خفی ظاہر ہوئی
جب شمیم شامہ رخصت ہوئی ۔ بوئے وصلِ دوست سے راحت ہوئی
ذائقہ کا ذائقہ جب کھو گیا ۔ لذتِ اصلی سے واقف ہو گیا
جان دبکر اُس کا دم بھرتا ہوں میں ۔ ہو کے بے حس اسکو مس کرتا ہوں میں

اُس کو پایا آپ جب میں کھو گیا — بات کی اُس نے میں جب چپ ہو گیا

فصل کا باعث ہے وصل جان و تن — وصل کا باعث ہی فصل جان و تن

پہلے تھا خاک اب ہوا ہوں واہ واہ — نیر مخدوم اب ہوا ہوں واہ واہ

پائی قدموں میں جگہ جب سر دیا — اس اجل نے مجھکو اعلیٰ کر دیا

وہ نہ آنے والا مجھ سے آ ملا — جزو آخر اپنے کل سے جا ملا

مکالمۂ جان و تن

تن نے اک دن جان سے کی گفتگو — رات دن ہے مجھکو تیری جستجو

تیری خاموشی سے میں خاموش ہوں — حکم پر تیرے سراپا گوش ہوں

میں مسرت سے تری مسرور ہوں — رنج و غم سے تیرے میں رنجور ہوں

تو اگر گم ہے تو میں معدوم ہوں — میں ترے ہر حکم کا محکوم ہوں

اس قدر جب مجھ کو تجھ سے ربط ہے — اس قدر جب اتحاد و ضبط ہے

تو مری آنکھوں سے کیوں مستور ہے — میری جان یہ کونسا دستور ہے

کہہ دے چپکے سے ذرا اے میری جان — تو ہے کس جا اور رہتی ہے کہاں

مسکرا کر جان نے تن سے کہا — کیا بتاؤں میں تجھے اپنا پتا

ہوں تری رگ رگ میں اے تن دلنشیں — ہر جگہ ہوں اور نہیں ہوں پھر کہیں

کیوں تجسس میں مرے حیراں ہے تو — دیکھ اپنے کو کہ عین جاں ہے تو

تو ہی تو میرا وطن ہے میرے تن — تو ہی ہے میرے تخیل کا چمن

میرے مخفی راز کا مظہر ہے تو — میں دم خنجر ہوں اور جوہر ہے تو

قلب تیرا ہے مری خلوت گاہ ہے — میری جلوت چشم حق آگاہ ہے

صورتم مخفی ست در نورِ نظر
بنگر اندر چشمِ خود اے بے بصر

گود میں تیری ہے سہ پارہ ترا
ہیں ترے انفاس گہوارہ مرا

تیری صورت ہے فقط مورت مری
میری صورت صرف طاقت ہی مری

بندہ از رب ۔ رب ز بندہ دور نیست
تن ز جان و جاں ز تن مستور نیست

تیری بے علمی ہی وجہ فصل ہے
ورنہ مجھ میں تجھ میں ہر دم وصل ہے

جلوہ میرا کس جگہ مستور ہے؟
مادی آنکھوں میں بھی تو نور ہے

میرا مکان

تن کا حصار کھینچا دل کا مکاں بنایا
دروازہ عقل کا اک اُس میں عجب لگایا

ڈالا خیال کا پھر اس پر لطیف پردہ
حس کو بنا کے درباں دروازہ پر بٹھایا

خونِ جگر سے میرے رنگیں محل بنا کر
نورِ نظر کا اُس میں روشن دیا جلایا

جب اس طرح سے بنکر تیار ہو گیا گھر
پھر روح بنکے اُس میں خود آپ ہی سمایا

شکلِ حصار ۔ بالکل سایہ مکان کا ہے
اس عکس ہی سے ہم نے شخصی نشان بنایا

چھپکر کہیں وہ ہم سے باہر نہیں گیا ہے
وہ بحرِ حسن و خوبی کوزے میں ہی سمایا

وہ بادشاہِ عالم شہ رگ سے بھی قریں ہے
قرآں میں خود اُس نے اپنا پتہ بتایا

اُس کا وجود ہم میں موجود اگر نہیں ہے
سب نے ہمارے آگے کیوں اپنا سر جھکایا

امجد نے جستجو میں دنیا کی خاک چھانی
آخر پھر اپنے گھر میں اسکا نشان پایا

اسلام

اس عالم امکاں میں ہے اسلام' واجب کا نشاں
پیدا ہوا اسلام میں شاہنشہِ کون ومکاں
توحید اس کا پایہ ہے عبدیت اس کی ارتفاع
تیرہ صدی سے آج تک اک حال پہ ہے اسکی شاں
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ ہے اس کی سقف مرتفع
ہر رکن ہے اسلام کا اک کنز مخفی کا نشاں
اسلام کی کیا شان ہے جس پہ ہر اک قربان ہے
جو صاحب ایماں ہوا حاصل ہوا اُس کو اماں
اب دعوت اسلام ہے سب کو صلائے عام ہے
آیا ہے بنکر رحمت عالم ہمارا میزباں
عرفاں کے دسترخوان پر ہے نعمت الوان رب
کیونکر نہ آئیں پھر یہاں ناخواندہ لاکھوں میہماں
سلمان فارس سے چلے اور شام سے آئے بلالؓ
حق کی صداقت کے لئے کیا کیا اُٹھائیں سختیاں
ساقی کوثر نے دیا بھر بھر کے جامِ معرفت
عالم پہ ظاہر ہو گئے اعیاں کے اسرار نہاں
بیداری دل نیند تھی تکیہ خدائے پاک پر
سوتا تھا فرش خاک پر شاہنشہ کون ومکاں

حمد خدا تھی اشتہا روزہ رہی اس کی غذا
تقویٰ لباسِ پاک تھا بیت الحرم اُس کا مکاں

کملی پسند اُس کو رہی۔ اسکا سبب ہے بس یہی
ہو جائیں امت کے گنہ سب اس سیاہی میں نہاں

سر پر ہمیشہ آپ کے ٹکڑا نہیں تھا ابر کا
تھا سایہ جسمِ پاک کا جو بن گیا تھا سایہ باں

اے خسرو دنیا و دیں اے رحمۃ للعالمیں
ایماں مرا تجھ پر فدا قربان تجھ پر میری جاں

میری زباں پر نعت ہے تیری زباں پر حمد ہے
سبحانہ تیری صدا صلِ علیٰ میرا بیاں

ہاں مظہرِ اکمل ہے تو بے مثل و یکتا ذات کا
ثانی نہیں کوئی ترا اے خاتمِ پیغمبراں

اپنی صفاتِ کاملہ جب تجھ میں کامل دیکھ لیں
تجھ پر نبوت ختم کی اے خاتمِ پیغمبراں

لینے کو جب امجد کی جاں آئے فرشتہ موت کا
روحی فداک اے نازنیں کہتی رہے اُس کی زباں

دُعائے امجد

الٰہی! دلِ مبتلا چاہتا ہوں   فنائے خودی اے خدا چاہتا ہوں
نگاہ محبت فزا چاہتا ہوں   کہوں کیا میں تجھ سے میں کیا چاہتا ہوں

تپش دے خلش دے غمِ جانگسل دے
مرے دینے والے مجھے دردِ دل دے

نہیں چاہیئے مجھ کو آرام کا دل   نہیں چاہتا میں دَد و دام کا دل
ہے پہلو میں میرے فقط نام کا دل   نہیں درد جب دل میں کس کام کا دل

تپش دے خلش دے غمِ جانگسل دے
مرے دینے والے مجھے دردِ دل دے

دلِ غمزدہ کو کبھی شاد کر دے   شب و روز مصروفِ فریاد کر دے
مری اُجڑی بستی کو آباد کر دے   مری خاک الفت میں برباد کر دے

تپش دے خلش دے غمِ جانگسل دے
مرے دینے والے مجھے دردِ دل دے

مجھے جامِ صہبائے وحدت عطا کر   پھڑکتا رہے دل وہ لذت عطا کر
نہ دولت نہ ثروت نہ حشمت عطا کر   مجھے صرف اپنی محبت عطا کر

تپش دے خلش دے غمِ جانگسل دے
مرے دینے والے مجھے دردِ دل دے

نہیں جسمِ لاغر کو خلعت کی خواہش   نہیں جانِ محزوں کو راحت کی خواہش
فقیروں کو کیا ہوگی دولت کی خواہش   نہیں خاکساروں کو رفعت کی خواہش

تپش دے خلش دے غمِ جانگسل دے
مرے دینے والے مجھے دردِ دل دے

میں اڑ جاؤں رنگ رُخ زرد ہو کر
نہ یوں چین اک جائے دل سرد ہو کر
تجسس میں تیرے رہوں گرد ہو کر
ہمیشہ تڑپتا رہوں درد ہو کر

تپش دے خلش دے غم جانگسل دے
مرے دینے والے مجھے درد دل دے

عطا کر دے امجد کو احمد کا صدقہ
نبی مکرم کے مرقد کا صدقہ
ترے درد والوں کے مشہد کا صدقہ
محبت عطا کر محمد کا صدقہ

تپش دے خلش دے غم جانگسل دے
مرے دینے والے مجھے درد دل دے

زاری فراق

نظر ہی جب نہیں پڑتی کیوں کسی کی یاد میں روتا
زمین دل میں تخم الفت نہ لدا کیوں بوتا
عبث دم غیر کا بھر کر میں اپنی جان کیوں کھوتا
ڈبویا مجھکو آنکھوں نے نہ ہوتیں۔ تو کیا ہوتا

نیناں رے نہیں برے تم سے برا نا کوئے
آپ ہی پیت کی آگ لگائے۔ آپ ہی بیٹھے روئے

نہ سمجھا تم نے کچھ انجام پہلے دل لگانیکا
ذریعہ ہے نہیں ہی کوئی دل کے واپس آنیکا
بہانہ چل نہیں سکتا وہاں آنسو بہانے کا
نتیجہ ہے یہ چشم مست سے آنکھیں لڑانیکا

نیناں رے نہیں برے تم سے برا نا کوئے
آپ ہی پیت کی لگائے آپ ہی بیٹھے روئے

نظر اب غیر پر پڑتی نہیں ہے چشم بینا کی
رہوں میں طالب مولیٰ یہی مرضی ہے مولیٰ کی
مری آنکھیں تجلی گاہ ہیں اک ذات یکتا کی
حقیقت ہی مری آنکھوں میں کیا ہے دین و دنیا کی

کاجل ڈالوں کرکرا۔ سرمہ دیا نہ جائے
جن نینوں میں پی بسے دوجا کون سمائے

ہے کوئی ضبط کی حد بھی۔ مِرے پروردگار آخر
سہے کب تک غمِ فرقت تنِ زار و نزار آخر

تڑپ کر کیوں نہ نکلے تن سے جان بے اختیار آخر
لبوں پر آ گیا ہے دم۔ کہاں تک انتظار آخر

سانجھ بھی۔ دیا جرے۔ پیا نہیں آئے
دو نین سے گنگا بہے آساڑھ وبی جائے

کہاں قسمت کہ اسکی ٹھوکروں میں اپنا سر رکھوں
کہاں ایسی دعا میری کہ جسمیں کچھ اثر دیکھوں

تمنا تھی۔ اُسے مرنے سے پہلے اک نظر دیکھوں
اندھیرا چھا رہا ہے چار جانب اب کدھر دیکھوں

سانجھ بھی۔ دیا جرے۔ پیا نہیں آئے
دو نین سے گنگا بہے آساڑھ وبی جائے

قدم رنجہ کیا سرکار نے تشریف بھی لائے
مگر جی بھر کے ہم کب روئے انور دیکھنے پائے

کب آئے کب گئے یہ راز مخفی کون سمجھائے
مجھے بیخود بنا کر آپ اگر آئے تو کیا آئے

سپنے میں مورے پی دسے۔ کر نہ سکی دو بات
سوتی تھی روتی اٹھی ملتی دونوں ہات

خدا کیواسطے اب تو نہ جا منہ موڑ کر مجھسے
میں جی جاؤں اگر قدموں میں تیرے میرا دم نکلے

ٹھہر جا آخری دیدار کر لوں تیرا جی بھر کے
ارے وہ جانیوالے دم نکلنے تک ذرا دم لے

ہات چھڑات جات ہو۔ نربل جا کے موئے
ہردے میں سے جاؤ گے تو مرد بدھونگی توئے

یا للعجب

سمجھتا ہوں دم بھر میں یہ دم نہیں ہے
مگر پھر بھی خوش ہوں، کوئی غم نہیں ہے

تعجب تعجب تعجب تعجب

سفر کا خطر ہے۔ مگر ہنس رہا ہوں

تعجب تعجب تعجب تعجب

ہے پیش نظر انقلاب زمانہ ہر اک آج کی بات کل ہے فسانہ
ہر اک قافلہ ہو رہا ہے روانہ نہیں اس ٹھکانہ کا کوئی ٹھکانہ
سمجھتا ہوں دنیا میں میں چند دن ہوں مگر پھر بھی بے فکر ہوں مطمئن ہوں

تعجب تعجب تعجب تعجب

میں کوشش میں ہر اک جہاں چھانتا ہوں پھر اس پر مقدر کو بھی مانتا ہوں

تعجب تعجب تعجب تعجب

اسی لغویت میں میں خود پھنس رہا ہوں مگر غیر کے فعل پہ ہنس رہا ہوں

تعجب تعجب تعجب تعجب

کوئی کام نیکی کا کرتا نہیں ہوں خدا کو سمجھتا ہوں ڈرتا نہیں ہوں

تعجب تعجب تعجب تعجب

حرص و قناعت

حرص کی آتش بجھا سکتے نہیں سر پہ دنیا کو اٹھا سکتے ہیں
بھوک چوراں سے بڑھا سکتے نہیں پیٹ سے زائد تو کھا سکتے ہیں

گر بریزی بحر را در کوزہ
چند گنجد؟ قسمت یک روزہ

تو نے بھر لی نعمتِ دنیا تمام اس سے کیا حاصل ہوا اے طبعِ خام
بس یہی تجھ کو ملے گا لا کلام ایک ٹکڑا اور اک پانی کا جام

گر بریزی بحر را در کوزہ
چند گنجد؟ قسمت یک روزہ

چاند اک ہے اور ہالے سینکڑوں جسم اک ہے اور دوشالے سینکڑوں
پینے والا اک پیالے سینکڑوں ایک منہ ہے اور نوالے سینکڑوں

گر بریزی بحر را در کوزۂ
چند گنجد قسمت یک روزۂ

مرنے والے کیوں ہے اتنا دل حزیں تنگ حالی میں ہے کیوں چیں برجبیں
گر محل تجھ کو نہیں ہے غم نہیں بس ہے جینے مرنے کو دو گز زمیں

گر بریزی بحر را در کوزۂ
چند گنجد قسمت یک روزۂ

اک نفس پر ہے اساس زندگی برق پر کر لو قیاس زندگی
مختصر تر ہے لباس زندگی ہے بہت کم ظرف کاس زندگی

گر بریزی بحر را در کوزۂ
چند گنجد قسمت یک روزہ

گزار دے

راہ خدا میں زندگی مستعار دے چھٹنے سے پہلے جامۂ ہستی اتار دے
بہر رفاہ خستہ دلاں اشتہار دے غم دیدہ دل کے کان میں امجد پکار دے
تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گزار دے

آئے زمیں پہ خاک اڑانے کے واسطے آنکھیں بنی ہیں اشک بہانے کے واسطے
یہ زندگی ہے رنج اٹھانے کے واسطے ہر سانس تن میں آتا ہے جانے کے واسطے

کیوں جان مستعار سے اپنے دل خفا ہے تو
اے رونے والے موت کو بھولا ہوا ہے تو
تھوڑی سی رہ گئی ہے اُسے بھی گزار دے

مانا کہ تو شکستہ دل و خستہ حال ہے
مانا کہ مثل نقش قدم پائمال ہے
مانا کہ ہجر یار میں جینا محال ہے
دو دن فراق کے ہیں پھر آخر وصال ہے
تھوڑی سی رہ گئی ہے اُسے بھی گزار دے

اے جان! جان رنج میں کھوتی ہے کس لئے
بیچین ضبط درد سے ہوتی ہے کس لئے
ناؤ اپنی بحر غم میں ڈبوتی ہے کس لئے
اے شمع صبح ہوتی ہے روتی ہے کس لئے
تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گزار دے

بہ قدراست بار مصائب سے خم سہی
آفت پہ آفت اور ستم پر ستم سہی
پاؤں میں چھالے دل میں خلش لب پہ دم سہی
اے چلنے والے اور ذرا دو قدم سہی
تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گزار دے

پیوند خاک کا ہے یہاں نیک ہو کہ بد
اے سونے والے عہد کا انجام ہے لحد
اے جینے والے مرد وہ کرتا ہے کیوں حسد
شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود
تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گزار دے

داتا کا نام جپنا

ہو یاد اُس کی دل میں بیداری ہو کہ سپنا
جب ہم نہیں کسی کے پھر کیوں وہ ہوگا اپنا
ہر دم تپ ہوس میں بیا نہیں ہے تپنا
نعمت کی فکر میں کیوں بیفائدہ ترپنا
جو مل گیا سو کھانا داتا کا نام جپنا

مرنا ہی جب مقرر۔ پھر کیوں ہے یہ اُبھرنا
مرنا ہے جب یقینی کیوں زندگی پہ مرنا
مقصود زندگی ہے مالک کی یاد کرنا
اچھا ہو یا بُرا ہو ہر طرح پیٹ بھرنا

جو مل گیا سو کھانا داتا کا نام جپنا

اے طالب تنعّم زیبا یہ تجھ کو کب ہے — موجود سے تنفر موہوم کی طلب ہے
اے میری جاں تکلف تکلیف کا سبب ہے — ہر حال میں ہے شاکر جو عبد خاص رب ہے

جو مل گیا سو کھانا داتا کا نام جپنا

اللہ کا نام سچا جھوٹا جہان سارا — ہاں بھول کر نہ بھولو نام خدا خدارا
لے لو اُسے خوشی سے جو دیدے رب تمہارا — اقوام ماسبق کو ناشکریوں نے مارا

جو مل گیا سو کھانا داتا کا نام جپنا

بھولو نہ نام اُس کا گر نام ہے تو یہ ہے — شہباز مغفرت کا گر دام ہے تو یہ ہے
امجد مجھے جہاں میں بس کام ہے تو یہ ہے — گر صبح ہے تو یہ ہے گر شام ہے تو یہ ہے

جو مل گیا سو کھانا داتا کا نام جپنا

میگزرد

سال و مہ روز و شب شام و سحر میگزرد — خیر و شر عیش و تعب نفع و ضرر میگزرد
کاروان ہمہ عالم ز نظر میگزرد — باش رنجیدہ کہ خوش حال مگر میگزرد

از ہوسہا بگزر یا مگزر میگزرد

صفت بحر رواں دم بردانی گزرد — توسن عمر چو کشتی دخانی گزرد
موسم طفلی و پیری و جوانی گزرد — در جہان گزراں چوں گزرانی گزرد

از ہوسہا بگزر یا مگزر میگزرد

عمر اک دن ہو کہ سو سال گزر جاتی ہے — دوش پر کملی ہو یا شال گزر جاتی ہے
گر امیروں کی بہ اقبال گزر جاتی ہے — بیکسوں کی بھی بہر حال گزر جاتی ہے

از ہوسہا بگزر یا مگزر میگزرد

خاک میں کاخ نشیں خاک نشیں یکساں ہے • بند کی آنکھ تو پھر زشت و حسیں یکساں ہے
پیٹ میں لقمۂ تر نانِ جویں یکساں ہے • آگئی نیند تو پھر فرش و زمیں یکساں ہے

از ہوسہا بگزر یا مگزر میگزرد

جی نہیں چاہتا افسوس مگر مرنا ہے • گر نہیں خوف خدا موت سے تو ڈرنا ہے
مٹی پتھر سے غرض قعر شکم بھرنا ہے • جھونپڑی ہو کہ محل ہم کو بسر کرنا ہے

از ہوسہا بگزر یا مگزر میگزرد

جتنی سانسوں میں شب و روز بسر کرنا ہے • شام غم ہو کہ شب عیش سحر کرنا ہے
ہر سوار اور پیادے کو سفر کرنا ہے • کوئی ہو، گور میں اک دن اسے گھر کرنا ہے

از ہوسہا بگزر یا مگزر میگزرد

تضمین

بنائے زندگی ہست از خرابی • بہ ناکامی رسد، ہر کامیابی
اجل اندر کمین و تو بخوابی • اَلَمْ یَحْزُنْکَ اِذْ بَالَ التَّصَابِی

وَشَیْبُکَ قَدْ نَضَا بُرْدَ الشَّبَابِ

گئی طاقت ہوئے کمزور اعضا • وبالِ دوش جاں ہے بوجھ تن کا
قد سرکش ہوا اب بوجھ تن کا • بِلَالُ الشَّیْبِ فِیْ فَوْدَیْکَ نَادٰی

باعلی الصوت حی علی الذھاب

گیا نور، آیا آنکھوں میں اندھیرا • ابھی اٹھتا نہیں آنکھوں سے پردہ
ہوا شام جوانی کا سویرا • بِلَالُ الشَّیْبِ فِیْ فَوْدَیْکَ نَادٰی

باعلی الصوت حی علی الذھاب

کبھی یکساں نہیں رہتا زمانہ ۔ یہ دو دن چاندنی ہے پھر اندھیرا
ابھی کچھ وقت باقی ہے سنبھل جا ۔ اَلَا یَا ساکِنَ القصرِ المعلّٰی[1]

ستدفن عن قریبٍ فِی التراب

ہوا اقبال دو روزہ پہ ایمن ۔ کہ اس ظاہر کا ہے کچھ اور باطن
سمجھ لے، بس اب آنا ہے کوئی دن ۔ خُلِقتَ مِنَ الترابِ وعن قریب[2]

تُغیّبُ تحتَ اطباقِ التُّراب

ہے اس گلشن میں رنگ بے ثباتی ۔ نہیں ہے یاں کوئی چیز اپنی ذاتی
غریبوں سے نہ کر بے التفاتی ۔ وأرخیتَ الحجابَ فسوف یاتی[3]

رسولًا لیس یحجب بالحجاب

چلا جاتا ہے یاں ہر دم تغیر ۔ نہ کر اے خاک کے پتلے تکبر
ذرا انجام کا بھی کر تصور ۔ اَعامِرَ قصرِکَ المرفوعِ اَقصِر[4]

فانّکَ ساکنُ القبرِ الخراب

قیامِ مجمل نہیں دنیا میں ممکن ۔ اجل ہے زندگانی کے مقارن
کہاں تک خواہش مال و خزائن ۔ طمعتَ اقامۃً فی دارِ ظعنٍ

فلا تطمع فرحلُکَ فِی الرکاب

کھنڈر ہو جائیں گے قصر و اماکن ۔ نہ مسکن ہی رہے گا یاں نہ ساکن
نہ بھول او جینے والے! موت کا دن ۔ لنا مَلَکٌ[5] یُنادی کلَّ یومٍ

لدُوا لِلموتِ وابنُوا لِلخراب

---

[1] اے اونچے محل کے رہنے والے ہوشیار ہو جا۔ تو بہت جلد مٹی میں دفن کر دیا جائیگا۔
[2] تم مٹی سے بنائے گئے ہو، پھر بہت جلد مٹی میں سما جاؤ گے۔
[3] غریبوں کو روکنے کیلئے تم نے اپنے محل پر پردہ چھوڑ رکھا ہے لیکن یاد رکھو کہ قریب میں ایک ایسا قاصد (موت) آنیوالا ہے جو کسی کے روکے رک نہیں سکتا [4] اے بلند محل کی تعمیر کرنیوالے! اپنی تعمیر ختم کر دے کیونکہ تجھے تو ... [5] ... تم تو ...

جمال سلمیٰ

عجب مزے کی وہ صحبتیں تھیں — کہ حسن اور عشق جب تھے اک جا
وہ موسیقیت الوہیت کی — وہ وجد میں عبدیت کا آنا
بھرا ہے کانوں میں میرے اب تک — وہ راگ الست بربکم کا

اَحِنُّ شوقاً اِلیٰ دیارٍ لقیتُ فیہا جمال سلمیٰ
کہ می رساند ازیں نواحے نوید وصلت بجانب ما

عجب مبارک تھا دور وہ بھی — کہ عبد خاکی تھا عرش منزل
نہ فرق تھا شخص و عکس میں کچھ — یہ اس پہ شیدا وہ اس پہ مائل
کمال لذت میں غرق ہو کر — ہر ایک اس شعر کا تھا قائل
زہے جمال تو قبلۂ جاں — حریم کوئے تو کعبۂ دل
فَاِن سَجَدنا اِلیکَ نسجُد — وَاِن سَعَینا اِلیکَ نَسعیٰ

وہی ہوں افسوس آج بھی میں — کہ کوئی پرساں نہیں ہے میرا
نہ وہ عنایت نہ وہ محبت — نہ وہ تلطف نہ وہ مدارا
نکل کے جنت سے مثل آدم — بھٹک رہا ہوں میں دشت و صحرا
بوادیٔ غم منم فتادہ — زمام فکرت ز دست دادہ
نہ عقل یاور نہ بخت رہبر — نہ تن توانا نہ دل شکیبا

کہاں مری حالت گدائی — کہاں تری شان کبریائی
کہاں ترا ناز بے نیازی — کہاں مری خوئے جبہ سائی
غریب پر اتنی مہربانی — نہ جانے کیا آج جی میں آئی
بناز گفتی فلاں کجائی — چہ بود حالت دریں جدائی

مَرِضتُ شوقاً و مِتُّ ہجراً — فکیفَ اشکوُ الیکَ شکویٰ
میں ہوں بھکاری، تو تو ہی دانا — میں تیرا بندہ، تو بندہ پرور
تو ہی بتا دے کہ جائے کس جا — گدا ترا چھوڑ کر ترا در
ہے قہر میں تیرے مہر شامل — ترے غضب میں ہے رحم مضمر
اگر بجورم برانی از در — وگر بہ تیغم بیفگنی سر
قسم بجانت کہ بر ندارم — سرارادت زخاک آں پا
اُٹھا دیا جب سے میں کا پردہ — ہے چشم اجمل میں بس تو ہی تو
ہر اک گلستاں میں رنگ تیرا — ہر ایک گل میں ہے تیری خوشبو
خصوصیت کیا کسی جگہ کی — تجھے میں جب دیکھتا ہوں ہر سو
بر آستانت کمینہ جامیؔ — مجال ماندن نہ دید ازاں رو
بہ کنج غزلت نشستہ محزوں — بکوئے محنت گرفتہ ماوا

رُوحی فداک اے نازنیں

ورکشف سر سینہ ات صد سینہ چاک اے نازنیں — مثلت ندیدم در جہاں زیر سماک اے نازنیں
سر تا قدم پاک آمدی چوں جان پاک اے نازنیں — تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنیں
واللہ ز جاں ہم پاک تر۔ روحی فداک اے نازنیں

حبل المتین عاشقاں سر رشتہ گیسوئے تو — جاں در دمد در مردگاں یک غمزۂ ہندوئے تو
اے پیکر معجز نما دیدم عجب جادوئے تو — پاکاں ندیدہ روئے تو جاں دادہ اندز بوئے تو
اینک بگرد کوئے تو صد جان پاک اے نازنیں

در سینہ از پیکان غم افتادہ زخم کارئے — جان حزیں آمد بجاں بگذشت از حد زارئے
ہاں اے مسیحا دم بیا تا چند سہل انگارئے — دارم زغم بیماری بیمار غم را بارئے

گر تو کنی غمخواری از غم چہ باک اے نازنیں

صحن از فیض گیسوئے تو خوشبو تر از مشک ختن • از قامت زیبائے تو در ہر قدم رنگ چمن
از فتنۂ رفتار تو برخاست ہر جا صد فتن رفتی بگلگشت چمن گل دید لطف آں بدن

از ذوق او بر خویشتن زد جامہ چاک اے نازنیں

صد شکر رحم آمد ترا اے جاں بحال ابترم کردی سبکسارم از بلا قربان آں دست کرم
سر از ستم انداختی شد دفع ایں درد سرم گر شد چو لالہ پیکرم غرقاب خوں کے غمخورم

ایں بس کہ بر دل می برم داغت بخاک اے نازنیں

جز تو ندیدم ماہ منے گشتم بعالم چار سو بر آستانت آمدم بعد از ہزاراں جستجو
سر بر ندارم از درت اے مایۂ صد آرزو جامیؔ کہ دارد با تو خو ہرگز نتابد از تو رو

گر خود نہی بر فرق او تیغ ہلاک اے نازنیں

اے چارہ ساز بیکساں اے مایۂ ہر آرزو اے منزل گم کردہ رہ اے مقصد ہر جستجو
از دست دادہ دامنت اسعدؔ نگردد سو بسو جامیؔ کہ دارد با تو خو ہرگز نتابد با تو رو

گر خود نہی بر فرق او تیغ ہلاک اے نازنیں

میں اور تو

دہن میں، میں ہوں صدا میں میں ہوں سخن میں ہوں، اور زبان میں ہوں
میں ہاتھ میں ہوں، میں پاؤں میں ہوں میں آنکھ میں ہوں، میں کان میں ہوں
میں نبض میں ہوں، میں سانس میں ہوں دماغ میں میں ہوں، سر میں میں ہوں
میں ہوں سویدا میں، میں ہوں دل میں میں آنکھ میں ہوں نظر میں میں ہوں
وجود ہر جزو میں ہے میرا بدن کی رگ رگ میں میں نہاں ہوں عجب تماشا ہی حیرت افزا کہ آپ اپنی میں پھنس گیا ہوں

اسی طرح۔ اے جہان والے جہاں کے ہر خیر و شر میں تو ہے

مکاں میں تو ہے، زماں میں تو ہے، دعا میں تو ہے، اثر میں تو ہے
ظہور میں تو، بطون میں تو، خیال میں تو، خلا میں تو ہے
تو حسن میں ہے، تو عشق میں ہے، الست میں تو، بلیٰ میں تو ہے
محیط تو ہے، محاط تو ہے، جلال تو ہے، جمال تو ہے
رخِ محمد کا حسن تو ہے نگاہِ عشقِ بلال تو ہے

مبارکباد

حُسن کی ابتدا مبارک ہو — عشق کی انتہا مبارک ہو
اپنی اس ہستیٔ دو روزہ کی — ابتدا، انتہا مبارک ہو
ہے خبر ان کی آمد آمد کی — اے دلِ مبتلا، مبارک ہو
سامنے جو کبھی نہ آتے تھے — ان سے ہے سامنا مبارک ہو
اہلِ دولت کو دولت و ثروت — ہم کو صبر و رضا مبارک ہو
امجدِ دردمند کو یارب
دلِ درد آشنا مبارک ہو

شبانِ عہدِ موسیٰ

(ترجمہ)

ایک چرواہا کسی جنگل میں تھا — یادِ کامل کوئی بادل میں تھا
یادِ مولا میں ہمیشہ مست تھا — آسماں اس کی زمیں پرست تھا
یاد کرتے کرتے تھک جاتا تھا جب — چیخ اٹھتا درد سے یا صمد رب

سر اٹھا کر اپنا سوئے آسماں
عرض کرتا اے خدا کے دو جہاں

تو مری کٹیا میں کیوں آتا نہیں
کیا مرا جنگل تجھے بھاتا نہیں

آ اتر آ عرش سے گھر میں مرے
پاؤں دھو دھو کر پیوں گا میں ترے

بھیک در در مانگ کر میں لاؤں گا
میں تجھے پہلے کھلا کر کھاؤں گا

تیرے قدموں پر گزاروں گا رات دن
میں ترے صدقے پھروں گا رات دن

تیرے زلفوں کو سنواروں تار تار
کنگھی بالوں میں کروں گا بار بار

رات دن جھولا جھلاؤں گا ترا
صبح اٹھ کر منہ دھلاؤں گا ترا

دیدہ و دل میں بساؤں گا تجھے
اپنا سب کچھ کھو کے پاؤں گا تجھے

میں کہوں گا اے مرے دلدار سن
قصۂ مہجور دل افگار سن
بشنو از نے چوں حکایت میکند
وز جدائی ہا شکایت میکند

کر رہا تھا وہ یوں ہی شور و فغاں
حضرت موسیٰ بھی آ نکلے وہاں

سن کے چرواہے کی یہ لاف و گزاف
کفر اور الحاد تھا جو صاف صاف

حضرت موسیٰ کو غصہ آ گیا
ڈانٹ کر پوچھے "ارے بکتا ہے کیا"

کفر سے تو نے جہاں کو بھر دیا
نور مطلق کو مجسم کر دیا

کسقدر کمبخت تو بیباک ہے
خاک ہے ایسی سمجھ پر خاک ہے

کسقدر کمبخت تو نادان ہے
کیا خدا تیری طرح انسان ہے

جب ترے ایماں میں اندھیر ہے
قہر نازل ہونے میں کیا دیر ہے

تو ضرور اس کفر کا پھل پائے گا
غیرت حق سے ابھی جل جائے گا

سن کے چرواہا یہ حضرت کا عتاب — ہو گیا شرمندگی سے آب آب

موم کی صورت پگھل کر رہ گیا — طور کے مانند جل کر رہ گیا

دل پہ اُس کے درد کا نشتر چل گیا — اک پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا

اپنی نادانی سے وہ شرما گیا — ایک سناٹا سا اُس پر چھا گیا

چپ ہوا ایسا کہ گویا کھو گیا
وہ خدا کے خوف سے بت ہو گیا

کر چکے موسیٰ جب اسکو دل حزیں — وحی آئی حضرت حق سے وہیں

آہ تیری گفتگو نے کیا کیا — کیا کیا موسیٰ یہ تو نے کیا کیا

ابن عمراں آہ تو نے کیا کیا — کر دیا بندے کو مالک سے جدا

تجھ کو بھیجا جوڑنے کے واسطے — تو نہیں تھا توڑنے کے واسطے

ہوشیاروں کا طریقہ اور ہے — دل جلوں کا اور ہی کچھ طور ہے

ہاں شکستہ دل سے ہم کو کام ہے — ٹوٹ کر بکھرنا ہی، یہ وہ جام ہے

دل جلوں کا دل ہمارا ہے مقام
یاں یہی منزل ہمارا ہے مقام

دُعا

خدا اور بندہ میں رشتہ دعا ہے — دعا جس کو کہتے ہیں خود مدعا ہے

غنی ہے تری ذات محتاج ہوں میں — میں بندہ ہوں تیرا تو میرا خدا ہے

ترے دست قدرت میں کیا کچھ نہیں ہے — مرے ہاتھ میں کیا ہے؟ بس اک دعا ہے

ہمارے نبی کا ہے یہ قول صادق — دعا ہے عبادت، عبادت دعا ہے

ہمارا وسیلہ محمد — دعا ہے، دعا ہے، دعا ہے، دعا ہے

دعا ہی میں کٹ جائیں دن رات یارب ۔ یہی تجھ سے دن رات میری دعا ہے
پہونچ جاتی ہے پاک قدموں تک اسکے ۔ دعا ہے کہ امجد کا بخت رسا ہے

رُباعی

یارب ایک تو ہی آسرا ہے میرا ۔ جز تیرے جہاں میں اور کیا ہے میرا
ہے ننگ تجھے کہ میں ترا بندہ ہوں ۔ ہے فخر مجھے کہ تو خدا ہے میرا

سائیں بابا

دنیائے دو روزہ میں ہر دم کیا جان کو کاہش ہوتی ہے
اک خواہش پوری ہوتے ہی پھر دوسری خواہش ہوتی ہے
ہے موت و حیات کا ہنگامہ ہے دم میں وجود اور دم میں عدم
دم بھر کیلئے جو ہنستے ہیں وہ دھوپ میں بارش ہوتی ہے
ہم جسکو کمال سمجھتے ہو وہ زوال کا ہی زینہ بابا
آ آیا بابا آیا بابا سائیں کی صدا سُن جا بابا
پیدائش سے مرنے تک بچوں کی طرح سب روتے ہیں
ہم جیسے جاگنے والوں سے اچھے ہیں جو قبر میں سوتے ہیں
جب ساری زمیں گردش میں ہے پھر ہمکو سکوں کیا خاک ملے
ہم فکر میں خاطر جمعی کے بیکار پریشان ہوتے ہیں
اب اس کا نکلنا مشکل ہے جو ٹوٹ گیا کانٹا بابا
آ آیا بابا آیا بابا سائیں کی صدا سُن جا بابا
ہر بند کلی کو کھلنا ہے اور کھل کر پھر مرجھانا ہے
دنیا میں جبراً آنا ہے دنیا سے جبراً جانا ہے

کبھی مجبور ہیں ہم مرنے پہ کبھی مامور ہیں ہم
جینے پہ کبھی فائدہ ہے کبھی نقصان ہے کبھی کھوتا ہے کبھی پاتا ہے

کیوں، کیا، کا کوئی سوال نہیں یہ رام کی ہے لیلا بابا
آ آ بابا آ آ بابا سائیں کی صدا سن جا بابا

رونے کے سوا یاں کام نہیں۔ دنیا میں خوشی کا نام نہیں
یاں کوئی مسرت ایسی نہیں ہے غم جس کا انجام نہیں
ہر پھول کی تہ میں کانٹا ہے ہر سبزے کے نیچے کالا ہے
سب لوٹتے ہیں انگاروں پر یاں چین نہیں آرام نہیں
ہے سارے جہاں کا حال یہی اک تو ہی نہیں تنہا بابا
آ آ بابا آ آ بابا سائیں کی صدا سن جا بابا۔

راحت کا اگر تو خواہاں ہے دنیا میں ہر اک کو راحت دے
عزت کا اگر تو طالب ہے ہر خرد و کلاں کو عزت دے
تو ظاہر و باطن ایک بنا کردار کو اپنے نیک بنا
خود پہلے عمل کر لے امجد پھر سب کو ہدایت دے بابا
سمجھا دیا جو سمجھانا تھا اب سائیں یہاں سے چلا بابا
آ آ بابا آ آ بابا سائیں کی صدا سن جا بابا۔

جامۂ ہستی کہنہ ہو کر آخر کو پھٹ جاتا ہے
اپنا سارا مال و خزانہ غیروں میں بٹ جاتا ہے
یہ مالک ہے یہ پتری ہے، یہ مائی ہے یہ ہے بابا
کٹ جاتے ہیں سب رشتے جب تارِ نفس کٹ جاتا ہے
کوئی بھی تیرا ساتھی تیرے ساتھ نہیں آتا بابا
آ آ بابا آ آ بابا سائیں کی صدا سن جا بابا

عالمِ نزع میں

کون چپ چاپ یہ آتا ہے؟ نہیں، کوئی نہیں
کون یہ جلوہ دکھاتا ہے؟ نہیں، کوئی نہیں
دل کی دھڑکن سے اک آہٹ کی صدا آتی ہے۔
کوئی آتا نظر آتا ہے؟ نہیں، کوئی نہیں
رقص کرتا ہے تن و روح کا ذرہ ذرہ۔
کون یہ نغمہ سناتا ہے؟ نہیں، کوئی نہیں
چھائی ہے عالم سکرات میں کیفِ مستی۔
کون یہ جام پلاتا ہے؟ نہیں، کوئی نہیں
دیکھنا مجھ سے گنہگار کو لینے کیلئے؟
دیکھو شاید کوئی آتا ہے؟ نہیں، کوئی نہیں
قیدِ ہستی کے مصائب سے چھڑانے کیلئے
کوئی مجھ کو لئے جاتا ہے۔ نہیں، کوئی نہیں

ادھر بھی ادھر بھی آتی ہے صدا کانوں میں
یہ مجھے کون بلاتا ہے؟ نہیں کوئی نہیں

تاروں بھری رات

آئے ہیں وہ بے حجاب تاروں بھری رات میں
نکلا ہے یہ آفتاب تاروں بھری رات میں
ہوئے ہیں مست و خراب تاروں بھری رات میں

دیتا ہے ساقی شراب تاروں بھری رات میں
انجمن حسن کا دیکھنے والا کہاں
خلق ہے سب محو خواب تاروں بھری رات میں
حسن کی محفل میں آج بیٹھے ہیں وہ اس طرح
جیسے کہ ہو ماہتاب تاروں بھری رات میں
روشنی میں دن کے جو ہم سے چھپاتے تھے منہ
آئے الٹ کر نقاب تاروں بھری رات میں
حضرت امجد سنو صوت نئے سر کی
بجتے ہیں چنگ و رباب تاروں بھری رات میں

ارے او جانے والے دم نکلنے تک ذرا دم لے

تری صورت کے نادیدہ تجھے مدت سے دیدے مرتے ہیں
خدا کے واسطے اب تو نہ جا منہ موڑ کر مجھ سے
میں جی جاؤں اگر قدموں میں تیرے میرا دم نکلے
ٹھہر جا آخری دیدار کر لوں تیرا جی بھر کے
ارے او جانیوالے دم نکلنے تک ذرا دم لے

ترے دیدار کو آیا ہے اب آنکھوں میں دم پیارے
مری آنکھوں کی ٹھنڈک کو رکھ آنکھوں میں قدم پیارے
جو خود دم توڑتا ہو، تو نہ توڑ اس پر ستم پیارے
کوئی دم کا ہے مہمان آج تیرا بیمار غم پیارے
ارے او جانیوالے دم نکلنے تک ذرا دم لے

مرا گھر بن گیا قدموں سے تیرے وادی ایمن
مری بے نور آنکھیں دیکھ کیسی ہو گئیں روشن
جھکی ہے بار احساں سے ترے بیمار کی گردن
میں جب تک دم نہ توڑونگا نہ چھوڑونگا ترا دامن
ارے او جانیوالے دم نکلنے تک ذرا دم لے

اثر کر ہی گئی آخر ترے دل میں دعا میری
ترے قدموں میں سر رکھ کر ہوئی قسمت رسا میری

سمجھتا ہوں کہ تو نے بخش دی آخر خطا میری • بصد منت ہی تجھ سے آخری یہ التجا میری

ارے او جانے والے دم نکلنے تک ذرا دم لے

اٹھوں جب حشر کے دن لب پہ تیرا نام آئیگا
تیرا امجد ہزاروں میں بصد اکرام آئیگا
میرے ہاتوں میں کوثر کا چھلکتا جام آئیگا
یہی دیدار آخر آخرت میں کام آئیگا

ارے او جانے والے دم نکلنے تک ذرا دم لے

یہ آخر کون ہے

ہر نفس جو آتا جاتا ہے یہ آخر کون ہے
نت نئے جلوے دکھاتا ہے یہ آخر کون ہے

کون ہے جسکو کسی نے آج تک دیکھا نہیں
اور پھر دل میں سماتا ہے یہ آخر کون ہے

کون ہے جو چٹکیاں لے کر رلاتا ہے کبھی
پھر کوئی دم میں ہنساتا ہے یہ آخر کون ہے

کون ہے جو اپنے در سے دور کرتا ہے کبھی
پھر محبت سے بلاتا ہے یہ آخر کون ہے

خواب غفلت سے جگا دیتا ہے خفتہ بخت کو
جاگتے کو پھر سلاتا ہے یہ آخر کون ہے

اپنے الطاف و کرم سے موہ لیتا ہے کبھی
پھر غضب سے بھی ڈراتا ہے یہ آخر کون ہے

چھینے دیتا نہیں دم بھر کسی کو چین سے
در بدر رہم کو پھراتا ہے یہ آخر کون ہے

دم قدم سے کس کے قائم ہی نظام کائنات
توڑتا ہی اور بناتا ہے یہ آخر کون ہے

ہوش سے گھبرا کے جب بیہوش ہو جاتا ہوں میں
خواب میں آ کر ڈراتا ہے یہ آخر کون ہے

ہم کو پھر رنج و غم میں غرق کر دیتا ہی کون
ڈوبتے کو پھر بچاتا ہے یہ آخر کون ہے

کون ہے کس نے کیا ہے خاک سی امجد کو پاک
خاک ہی میں پھر ملاتا ہے یہ آخر کون ہے

دنیا کس کے لئے بنی ہے

اہلِ دنیا بھی عجب ہیں بدنصیب — ہے ہر اک رہرو کے پیچھے راہ زن

یاں کسی کو چین مل سکتا نہیں — کوئی خسرو ہو کہ کوئی کوہ کن

کوئی لیلےٰ ہو کہ کوئی قیس ہو — چاک ہی غم سے ہر اک کا پیرہن

ہے ہر اک پر مردنی چھائی ہوئی — یہ لباس زندگی ہے یا کفن

شہد کے چھتے میں ہو جیسے مگس — دام دنیا میں پھنسے ہیں مرد و زن

جسکو دیکھو کر رہا ہے ہائے ہائے — سر بجیب اندر بفکرِ خویشتن

اٹھ رہا ہے دل سے ہر اک کے دھواں — جل رہا ہے مثلِ شمع انجمن

کُلُّ مَنْ لَاقَیْتُ یَشْکُو دَھْرَہٗ

لَیْتَ شِعْرِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا لِمَنْ

الحمدُ لِی

مجھے ہر قسم کی تعریف کا شایاں سمجھو — میرا ہمسر ہے کہاں

اوجِ خوبی کا مجھے مہرِ درخشاں سمجھو — مجھ سے روشن ہے جہاں

میری تعریف کرو۔ میری تعریف کرو

شاعری میں مجھے سعدی کا مماثل سمجھو — ہے مرا مثل کہاں

ساری دنیا میں فقط اک مجھے قابل سمجھو — میں ہوں استادِ جہاں

میری تعریف کرو۔ میری تعریف کرو

عقل و دانش میں مجھے رشکِ فلاطون سمجھو — [illegible]

[illegible] معلوم ہو جاتا کہ آخر یہ دنیا کس کیلئے بنی ہے۔

میری ہر بات کو چلتا ہوا افسوں سمجھو　شک نہیں اس میں ذرا
میری تعریف کرو۔　میری تعریف کرو

نظم میں نثر میں تحریر میں تقریر میں اب　کون ثانی ہے مرا
ہمہ دانی سے مری دنگ ہیں سب اہل عرب　مجھ سا دیکھا نہ سنا
میری تعریف کرو۔　میری تعریف کرو

سامنے میرے کسی شخص کو اچھا نہ کہو　اس میں ذلت ہے مری
اور کو میرے سوا اشرف و اعلیٰ نہ کہو　یہ ہدایت ہے مری
میری تعریف کرو۔　میری تعریف کرو

صرف اک حضرت امجد ہیں جہاں میں حضرت　بندۂ خاص خدا
باقی مخلوق کو ان سے نہیں کوئی نسبت　واہ جی واہ جی واہ
میری تعریف کرو۔　میری تعریف کرو

یا علی مرتضیٰ یا علی مرتضیٰ

تم ہو خیبر شکن تم ہو شیر خدا　یا علی مرتضیٰ یا علی مرتضیٰ
تم ہو مولا علی تم ہو مشکل کشا　یا علی مرتضیٰ یا علی مرتضیٰ
اللہ اللہ تمہاری بھی کیا شان ہے　میں تو کیا عقل اول بھی حیران ہے
تم ہو شیر خدا تم ہو دست خدا　یا علی مرتضیٰ یا علی مرتضیٰ
بادشاہ دو عالم کے بھائی ہو تم　حق تو یہ ہے کہ حق کے فدائی ہو تم
وہ نبی مصطفیٰ تم علی مرتضیٰ　یا علی مرتضیٰ یا علی مرتضیٰ
شاہ مرداں ہو تم شیر یزداں ہو تم　مہر ایماں ہو تم مہر قرآں ہو تم
صاحب ذوالفقار و شہ لافتیٰ　یا علی مرتضیٰ یا علی مرتضیٰ

يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ — حق نے فرمایا ہے آپ کی شان میں
دیجئے ہم کو بھی صدقہ حسین کا — یا علی مرتضےٰ یا علی مرتضےٰ
دین و دنیا کے کب تک سہیں رنج و غم — اپنے امجد پہ بھی اک نگاہِ کرم
ہے کرم آپ کا دافعِ ہر بلا — یا علی مرتضیٰ یا علی مرتضیٰ

بغداد کے شیخ عبدالقادر اجمیر کے خواجہ غریب نواز

گھیرا ہے مصائب نے ہم کو — آفات کے بادل چھائے ہیں
لے لیجئے اپنے دامن میں — گھبرائے ہوئے ہم آئے ہیں
بغداد کے شیخ عبدالقادر اجمیر کے خواجہ غریب نواز

ہم کب سے پکارتے ہیں تمکو — فریاد ہماری سن لیجئے
پھیلائے ہوئے ہیں ہم دامن — کچھ اپنا تصدق دیدیجئے
بغداد کے شیخ عبدالقادر اجمیر کے خواجہ غریب نواز

بیٹھے ہیں تمہاری راہ میں ہم — آنکھوں میں ہماری آ جاؤ
سب پر ہے تمہارا فیض و کرم — ہم پر بھی کرم کچھ فرماؤ
بغداد کے شیخ عبدالقادر اجمیر کے خواجہ غریب نواز

تم سب کی آنکھوں کے تارے ہو — محبوب خدا کے پیارے ہو
یا خواجہ! یا غوث الاعظم — تم گرتے ہوؤں کے سہارے ہو
بغداد کے شیخ عبدالقادر اجمیر کے خواجہ غریب نواز

ہم آئے ہیں یاں پھر کر در در — ہو جائے ادھر بھی ایک نظر
مشتاق لقا در پر ہے کھڑا — بیچارہ امجد خستہ جگر

قطعات و متفرقات

ایک میں ہی نہیں ہوں غم دیدہ   قطعہ   آج تک اس نے کس کو شاد کیا
جب کوئی تازہ آفت آتی ہے   میں سمجھتا ہوں اس نے یاد کیا

وہ سب سے نزدیک تر کوئی اسے پاتا نہیں   رکھتا ہے وہ سب پر نظر اور خود نظر آتا نہیں

دم بھر کی مسرت سے ہر وقت کا غم اچھا   قطعہ   جاتی ہوئی خوشیوں کو نزدیک نہ آنے دو
اک وقت یہی تو ہے نالوں کی رسائی کا   تکلیف کی گھڑیوں کو بے کار نہ جانے دو

اے مجھ سے چھپنے والے رخ سے نقاب اٹھا دو   اے کاش کوئی رہبر مجھ سے مجھے ملا دو
دنیا میں زندگی کی دو صورتیں ہیں امجد   قطعہ   مولا کی یاد میں رہ یا آپ کو بھلا دے

جو مری عمر کا دن جاتا ہے   میرا محبوب قریب آتا ہے
ٹھہر اے درد کہاں جاتا ہے   قطعہ   تیرے پردے میں طبیب آتا ہے

سمجھ سکوں میں تجھے مجھ میں وہ شعور نہیں   ترے ظہور میں میرے لئے حضور نہیں

تم ہو یکتا اگر بھلائی میں   میں بھی بے مثل ہوں برائی میں
نہ سنو تم مری کبھی نہ سنو   قطعہ   فرق آجائے گا خدائی میں

رکعات تہجد میں اللہ کی رحمت ہے   سجدوں سے چمکتا ہے تقدیر کا آئینہ
راتوں کی سیاہی میں قلب سیہ دھو لو   قطعہ   دھوتے ہیں اندھیرے میں تصویر کا آئینہ

مرشد آن ست کہ تابع شود نفس مرید
مرشد آن ست کہ شیخی کرامت بکند

مرد آن نیست کہ او حکم براند بر زن
مرد آن ست کہ بر خویش حکومت بکند

بنی آدم اعدائے یکدیگرند
چو قابیل ہابیل رامی درند

ز تو آدمی نیست گر در غمی
نشاید کہ نامت نہند آدمی

کیوں ہاتھ دیئے مجھ کو جب ہاتھ نہ آنا تھا
کیوں دی گئیں یہ آنکھیں جب منھ نہ دکھانا تھا

یہ میرا وجود ہے یا تیرا
میں جان ہوں یا جانانہ ہوں

آیا نہ سمجھ میں ابتک بھی
میں آپ ہوں یا بیگانہ ہوں

جاتے ہوئے واں سب ڈرتے ہیں
جبریل کے پر بھی جلتے ہیں

دیکھو مری ہمت مردانہ
اس شمع کا میں پروانہ ہوں

اپنی لڑکی سے ایک ماں نے پوچھا
بیٹی! ہے تجھے پسند شوہر کیسا

بولی کہ میں کیا کہوں کہ وہ کیسا ہو
کیا شرط لگاؤں میں کہ وہ ایسا ہو

مفلس ہو کہ مالدار، بوڑھا کہ جوان
شاہنشہ وقت ہو کہ شاہی دربان

ناداں ہو کہ دانا، گورا یا کالا ہو
میں صرف یہ چاہتی ہوں "وہ میرا ہو"

کہو وہ بات جس میں ہو کرامات
سخن ہی حاصل دنیا و دیں ہے

نہ کہیے سخت بات امجد کسی سے
زباں میں دیکھیے ہڈی نہیں ہے

اس کی تخلیق پہ ہے صانع قدرت کو بھی ناز
اللہ اللہ اس انساں کی عجب خلقت ہے
منفرد ذات میں موجود ہے سارا عالم
دل پیمبر ہے، خدا روح ہے، تن امت ہے

نہیں معلوم حق ہے یا غلط تحقیق ہے میری — میں مخلوق خدا ہوں اور خدا تخلیق ہے میری

نہیں ہم عاصیوں کا توشۂ راہ — بجز ..... لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

جو امر حق ہے وہ باطل سے باطل ہو نہیں سکتا — سمندر ایک مشت خاک سے گل ہو نہیں سکتا

ظلمت عالم مٹانے کے لئے
ہم کو مثل شمع جلنا چاہیئے
قالب خاکی میں کب تک جان پاک
روح کو تن سے نکلنا چاہیئے
جیتے جیتے تھک گئی ہے زندگی
اب تو اس عالم سے چلنا چاہیئے
نیستی کا رنگ بھی کچھ دیکھئے
جامۂ ہستی بدلنا چاہیئے

بیوی شہد اور زہر ملی ہے . بیوی سے دو دن کی خوشی ہے
اک دن جب وہ گھر میں آئے   اک دن جب وہ گور میں جائے

کرے جو چوری تو کٹتے ہیں فوراً اسکے ہاتھ
زنا جو کرتا ہو پڑتی ہو اس پہ کوڑوں کی مار
کرے اگر کوئی نیکی تو حشر میں ہے جزا
عذاب نقد ہے دنیا میں اور ثواب اُدھار

دو عالم سے جو اپنا دل توڑتے ہیں
اِدھر توڑتے ہیں اُدھر جوڑتے ہیں

پھرے جاتے ہیں حق سے باطل کی خاطر
کہاں توڑتے ہیں کہاں جوڑتے ہیں

ہزار آپ بگڑیں ہزار آپ جھگڑیں
گنہ گار دامن کہاں چھوڑتے ہیں

جو نہ سمجھے آپ کو اونچا اُسے عزت نہیں ملتی
حکومت کا جو خواہاں ہو اسے حکمت نہیں ملتی

مثلث

کوئی دوست ہو کہ دشمن اسی سمجھو اپنے جیسا
کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا
جو تمہارے ساتھ ہوتا تمہیں ناگوار ہوتا

تصانیف امجد

ریاض امجد حصہ اول و دوم حافظ شیراز کے صوفیانہ کلام کی دلکش تخمیس ہندی دوہوں کی درد بھری تضمین۔ حمد و نعت کا لطف نعاء و مناجات کا ذوق حاصل کرنا ہو تو ان حصوں کو ضرور ملاحظہ کیجئے قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم [illegible]

رباعیات امجد حصہ اول و دوم۔ رباعیات امجد یعنی امجد کا نادری کافی ہو قیمت فی حصہ عہ خرقہ امجدی ہو بند۔ ایمان کی سرد مہری کے وقت اوڑھنے بچھانے کا کام آتی ہے۔ اس کا مطالعہ انسان کو انسان اور مسلمان کو مسلمان بناتا ہے قیمت عہ

نذر امجد ہجرت نبوی کے حالات وصل و فراق کی کیفیت بوڑھوں بچوں عورتوں سب کے لیے دلچسپ ہے قیمت ۶ر **حج امجد**۔ بقول رسالہ "معارف" یہ کتاب حج و زیارت اور حجازی تاثرات کا دلپسند مرقع ہے قیمت (عہ) **جمال امجد** بقول رسالہ "معارف" اس کتاب سے ذوق ادب کی تشفی ہوتی ہے اور کاہش دل کی تسکین قیمت ۳؍

میاں بیوی کی کہانی امجد کی زبانی۔ اس کتاب میں بیوی نے اپنی ہی مثال قائم کر کے اپنے میاں کو سبق عبدیت پڑھایا ہے قیمت ۳

حکایات امجد اس کتاب میں روزمرہ زندگی کے واقعات سے جو نصیحت خیز عبرت انگیز نتائج، قطعات و رباعیات میں بیان کئے گئے ہیں ان کی خوبیاں بلا خطر واضح ہو سکتی ہیں قیمت عہ۔

گلستان امجد

ترجمہ اردو گلستان حضرت سعدیؒ جس میں مناسب حال قطعات و رباعیات امجد سے گلستان میں جنت الفردوس کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے قیمت (عہ) ایوب کی کہانی قیمت [illegible] پیام امجد قیمت ۔ ملنے کا پتہ آغا پورہ جدید نمبر مکان ۱۰۱/۲ حیدر آباد دکن۔

عماد پریس حیدرآباد